بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ فروری ۲۰۰۲ء

مدیر مسئول
مولانا سمیع الحق

جامعہ دار العلوم حقانیہ کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی تحفہ

جامعہ حقانیہ کے جید علمأ کرام مفتیان عظام کی نصف صدی کی کاوشوں کا شاہکار

فتاویٰ حقانیہ

تین ہزار چھ سو صفحات **چھ جلدوں میں**

فتاویٰ اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دار العلوم حقانیہ کے فتاویٰ جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص و نوادرات پر مشتمل ہے جس کا برسوں سے انتظار کیا جارہا تھا اور علمأ و مفتیان کرام دانشور حضرات اور طلبأ اس کیلئے چشم براہ تھے۔

اعلیٰ ترین کاغذ و طباعت و جلد بندی

الحمدلله شائع ہو چکا ھے۔ قیمت : -/2300 روپے

مدارس عربیه طلبأ، علمأ کیلئے خصوصی رعایت 45%

جلد اول فقہ اور فتاویٰ کے مآخذ، عقائد ایمانیات فرق اسلامیہ، فرق باطلہ سائنس اور اسلام، تجدد و الحاد وغیرہ

جلد دوم اجتہاد، بدعت، علم، تفسیر و حدیث، سلوک، سیاست، کراھیۃ و اباحۃ، حقوق النساء اور طہارت

جلد سوم صلوۃ، عشر و زکوۃ، جدید معاشی مسائل **جلد چہارم** زکوۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم نفقات ایمان و نذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربۃ، قصاص و دیۃ، جہاد، قضاء و شہادۃ۔ قسمہ و اکراہ

جلد ششم بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکۃ، مضاربۃ، وکالۃ، حوالہ، ھبۃ، غصب، احیاء الموات، مزارعۃ ذبائح، اضحیۃ، وصیت اور فرائض

خصوصیات

موت و مابعد الموت اور حیات دنیوی سے متعلق تمام مسائل میں شریعت کی رہنمائی

اس فتاویٰ میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم و جدید مسائل اور ان کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ و کمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اسکے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہے۔ دار العلوم سے یا قریبی مارکیٹ سے فوری طلب فرمائیں۔

ناشر : جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ــــ 37
شمارہ نمبر ــــ 5
ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ
فروری ۲۰۰۲ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: مفتی اعظم حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کا سانحہ ارتحال۔ حکمران ملک و ملت کو ہلاکت کے کس گڑھے میں دھکیل رہے ہیں؟ ۔ بابری مسجد کا خون آشام قضیہ اور بے گناہ بھارتی مسلمانوں کا قتل عام .... راشد الحق سمیع ۲

سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم .... مولانا محمد شہاب الدین ندوی ۷

مسلمانوں کو تباہ کرنے کا جامعہ اور دور رس امریکہ منصوبہ .... مولانا نور عالم خلیل امینی ۱۵

انسانی خون اور دیگر اجزاء انسانی کے احکام کا بیان .... مولانا مفتی سیف اللہ حقانی ۳۲

ایشیا، امریکی عفریت کے پنجہ استبداد میں .... جناب مظہر جاوید شوقی ۴۴

حضرت مولانا فضل محمد کی شخصیت .... پروفیسر تنویر انجم ۵۶

خاموشی .... جناب جاوید چودھری ۶۰

تبصرہ کتب .... م ۔ ا ف ۶۲

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

Computer Operator : BABER HANIF

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

مفتی اعظم حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کا سانحہ ارتحال

ایک عہد‘ ایک تاریخ اور ایک تحریک کا خاتمہ

سالِ رواں ۱۴۲۲ھ اپنی تلخیوں‘ حوادث اور المناک واقعات سے اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عام الحزن (یعنی غم کا سال) کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس سال امت مسلمہ کو کیسے کیسے عظیم صدمات اٹھانے پڑے اور کن کن قیامتوں سے اسے دوچار ہونا پڑا اور کئی نامور علمی و ادبی شخصیات سے بھی ہمیں محروم ہونا پڑا‘ اس کا نقصان صدیوں تک محسوس ہوتا رہے گا۔ ذی الحجہ اس خونی سال کا آخری مہینہ ہے لیکن یہ اپنے ساتھ جاتے جاتے علمی اور دینی حلقوں کو مزید صدمات سے دوچار کر گیا اور امت مسلمہ پر امارات اسلامیہ افغانستان کے خاتمہ اور دیگر مظالم کا جو اندوہناک کرب والم کا سایہ چھایا ہوا تھا اس حادثہ کی شدت نے اس میں اور بھی اضافہ کر دیا یعنی مفتی اعظم حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کی المناک رحلت اور جدائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔۔

آپ حقیقت میں اُسی دن ہی سے بیمار ہو گئے تھے جب افغانستان میں امارات اسلامیہ افغانستان کو عالمی دہشت گرد امریکہ‘ کفری طاقتوں اور پاکستانی حکمرانوں نے مل کر ختم کر دیا تھا۔ اس حادثہ نے آپ کو ایسا غم اور درد دیا کہ آپ کا زخمی دل اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے بھر گیا اور آخر کار ذی الحجہ کی ۶ تاریخ بمطابق 19 فروری 2002ء کو آپ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور اکابرین امت کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی بھی ٹوٹ گئی اور یوں آپ کی جدائی سے ایک عہد‘ ایک تاریخ‘ اور ایک تحریک کا خاتمہ بھی ہو گیا۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت مولانا مرحومؒ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور شاندار خدمات سے دنیا پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ علم و زہد‘ شریعت و طریقت اور مدرسہ و خانقاہ کے علمبردار اپنے شاگردوں سے مدرسوں کے علاوہ حکومتیں بھی چلا سکتے ہیں اور درس و افتاء کے ساتھ ساتھ صحافت‘ امامت اور فلاحی ادارے بھی دنیا والوں سے زیادہ کامیابی اور ہنرمندی سے چلا سکتے ہیں۔ حضرت مرحومؒ ایک ہمہ جہت اور فضائل و کمالات سے پُر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ حاملِ شریعت و ہادیٔ طریقت‘ ایک جید عالم دین‘ مفتی اعظم‘ شیخ الحدیث‘ معلم‘ انقلابی مفکر‘ نڈر مجاہد‘ دانشور‘ مصنف‘ ادیب‘ سالک‘ عابد اور خدمت خلق کے علمبردار تھے اور آپ نے صرف علم و تحقیق ہی کے میدان میں کامیابی کے جھنڈے نہیں گاڑے بلکہ

زندگی کے دیگر تمام اہم شعبوں میں ایسے اَن مٹ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک ثابت و دائم رہیں گے۔ آپ کی پوری زندگی زہد و تقویٰ دین و شریعت کی اتباع و بالادستی اور سنت نبوی ﷺ کی مکمل پیروی میں گزری اور اس کے علاوہ ایک عالَم کی آپ نے شرعی، فکری، دعوتی اور اصلاحی رہنمائی بھی فرمائی۔ آپ کے دن مخلوق کی رہنمائی اور خدمت و دعوت میں صرف ہوتے تو راتیں اللہ کی یاد اور امت مسلمہ کے درد و غم کے پیچ و تاب میں گزرتیں۔ علم و تقویٰ نے آپ کے چہرے مبارک پر ایک نور کا ہالہ بنالیا تھا۔ عاجزی و انکساری آپ کی شخصیت کے اور بھی نمایاں اوصاف تھے۔ نفاست و نظافت بھی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی طرح اوقات کی اہمیت بھی آپ کے ہاں بہت زیادہ تھی، زندگی بھر اپنے نظام االاوقات اور معمولات کا بہت اہتمام سے خیال فرماتے۔ جود و سخا کی عظیم صفت سے بھی آپ مالا مال تھے۔

الغرض پچھلے وقتوں کے بزرگوں اور اکابرین کی تمام اچھی صفات اور اوصاف سے آپ کی ہردلعزیز شخصیت متصف تھی حقیقت میں اس دور میں آپ بقیۃ السلف تھے اور آپ کی ذات ہی اس درخشاں انجمن کی باقیات کی ایک تنہا شمع تھی جس پر دل کو تسلی و تشفی محسوس ہوتی تھی۔ آخر کار بادِ اجل کی ستم ظریفیوں نے اسے بھی بجھا دیا۔ ؎

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

آپ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین بھی تھے۔ آپ نے دنیا پر یہ بھی ثابت کیا کہ خانقاہی حجروں اور اور صوفیاء کے حلقوں سے رسم شبیری (یعنی جہاد) ادا کرنے والے اس گئے گزرے دور میں بھی موجود ہیں۔ جہاد افغانستان اور بالخصوص تحریک طالبان و امارت اسلامیہ افغانستان کی تائید و حمایت، اور اس کی بھرپور مالی، فکری، سیاسی نصرت و امداد اور اس کی بے مثال سرپرستی آپ کی سب سے نمایاں خدمت ہے۔ آپ نے امارت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ جس قدر بھرپور ساتھ دیا اس کا معترف سارا جہاں ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنی تمام صلاحیتوں، تگ و دو اور جدوجہد کو اس کے نام کر دیا تھا۔

گو کہ امارات اسلامیہ افغانستان کا یہ چمن چھ سال تک ہزار مخالفتوں کے باوجود سرسبز و شاداب رہا اور چشم فلک نے خطہ ارض پر صدیوں بعد ایک ایسا جنت نظیر خطہ دیکھا تھا جہاں پر عدل و انصاف، قانون شریعت و حدود کا اجراء اور مثالی امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ لیکن یہ مہکتا چمن کب تک بجلیوں کی زد سے محفوظ رہتا اور کہاں تک عالمی سازشوں اور اتحادی حملوں کے وارتنِ تنہا سہتا اور ان کے مقابلے میں حضرت مفتی صاحب، علماً و طلباً، دینی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کے ٹوٹے پھوٹے اسباب و وسائل کہاں تک اس کا ساتھ دیتے۔ اگرچہ امارت اسلامیہ افغانستان کا خاتمہ تو بظاہر ہو گیا لیکن ابھی اس کرہ ارض پر دین کے نام لیوا اور شریعت مطہرہ کے پروانے زندہ اور باحوصلہ ہیں۔ یہ لوگ اپنے ولولے اور جذبہ ایمانی و شوق شہادت سے ایک نیا جہان تازہ پیدا کریں گے اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور اکابرین کے خواب ایک بار پھر ضرور شرمندہ تعبیر ہوں گے اور بہاروں کو پھر سے گلشن میں لوٹایا جائے گا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

آخر میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، دارالعلوم حقانیہ اور اس کے تمام مدرسین وطلباء و ادارہ "الحق"، حضرت مفتی صاحب ؒ کے پسماندگان، متعلقین اور لاکھوں مریدین کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے اور ہم دعا گو ہیں کہ حضرت مفتی صاحب ؒ کے بنا کردہ ادارے "دارالافتاء والارشاد" سے یونہی دین وشریعت اور خدمت خلق کا کام جاری وساری رہے اور انکے جاری کردہ عظیم دینی صحافت کے علمبردار اخبارات "ضرب مومن" اور روزنامہ "اسلام" بھی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کریں اور کفر والحاد اور عالمی استعماری قوتوں اور سیکولرازم کی ہواؤں کے سامنے یہ سدِ سکندری کا کام دیں۔ یاایھا النفس المطمئنة o ارجعی الی ربک راضیة مرضیة o فادخلی فی عبادی o وادخلی جنتی o

---

حکمران ملک وملت کو ہلاکت کے کس گڑھے میں دھکیل رہے ہیں؟

آ تجھ کو بتادوں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر

موجودہ حکمرانوں کی مذہب بیزاری اور سیکولرازم سے وابستگی اب کوئی راز نہیں بلکہ ان کی لادینی کے چرچے امریکہ اور مغرب میں بھی بڑے تحسینی اور تعریفی انداز میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں کے حکمرانوں سے انہیں شاباش بھی ملتی ہے۔ گو کہ حکمراں طبقہ اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے لیکن اسے حقیقت میں ملک وملت کی بدنصیبی ہی کہا جاسکتا ہے لیکن اس سے بھی بڑی بدقسمتی اور باعثِ تشویش امر یہ ہے کہ اب پوری قوم اور ملت کو بھی مذہب سے دور کرنے اور اپنی مشرقی روایات کو ملیا میٹ کردینے کی مذموم کوششیں سرکاری طور پر جاری کردی گئی ہیں اور حکمران پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ پاکستانی قوم بھی ہندوستانیوں اور مغربی اقوام کی طرح اپنے مذہب، اپنی ثقافت، اپنی تہذیب وتمدن کو جدت اور لبرل ازم کے شوق میں ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دے۔ حکمرانوں کی یہ خواہش تو اب تک صرف بیانات کی حد تک تھی لیکن اب تو گزشتہ مہینے انہوں نے عملی طور پر پوری قوم کو عیاشی، فحاشی، اباحیت، رقص وسرور، کھیل تماشوں اور میلوں ٹھیلوں اور موسیقی کے شوز میں دھکیل دیا ہے۔ بسنت یعنی پتنگ بازی جو ہندوؤں کا روایتی کھیل تھا اور کسی زمانہ میں شریفوں کے ہاں پتنگ اڑانا ایک معیوب فعل سمجھا جاتا تھا اب اسے سرکار کی سرپرستی میں ملک کے تمام بڑے چھوٹے شہروں میں پھیلایا گیا اور نوجوان نسل کو شترِ بے مہار کی طرح کھلا چھوڑ دیا گیا پھر اس دن کی خوشی میں مذہب اور قانون کی تمام پابندیاں بھی اٹھادی گئیں اور پورا ملک موسیقی کے شور شرابے میں جھومتا رہا۔ اسی طرح (ویلنٹائن ڈے) جو کہ خالصتاً مغربی اقدار اور فحاشی وعریانی کے تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے اس کو بھی کچھ عرصہ سے باقاعدہ منایا جارہا ہے۔ اور اس کی ترویج میں اخبارات اور میڈیا خصوصی دلچسپی لے رہے ہیں، ویلنٹائن ڈے میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو عشقیہ خطوط اور تحائف دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے کھلے عام ملتے ہیں اور فحاشی وعریانی کے ایسے مناظر سامنے آتے ہیں جس سے زمین بھی دہل جاتی ہے۔ آزادی، جدت اور لبرل ازم کے نام پر

قوم کی بیٹیوں اور بہنوں کو عشق و محبت اور بے پردگی و بے ہودگی کی اس راہ پر ڈالنے والے بھی یہی حکمران ہیں۔ چلیں اسے حکمرانوں کی مذہب سے بیزاری ہی سمجھ لیں لیکن کچھ تو مشرق کی بھی روایات و اقدار ہیں، غیرت و حمیت اور حیا و شرم ہے، پھر کون سا بھائی اور باپ یہ برداشت کرے گا کہ میری بہن اور بیٹی کو عشقیہ خطوط لکھے جائیں یا میری بیٹی اور بہن کو بھی ٹی وی اور میڈیا کے ذریعے ورغلایا جائے اور انہیں بھی مذہب اور اپنی روایات سے باغی کیا جائے۔ خدارا مذہب کیلئے نہ سہی تو اپنی مشرقی اور پاکستانی روایات کا تو کچھ بھرم و خیال رکھیں۔ پھر اسی طرح ''جشن بہاراں'' کے موقع پر میڈیا اور خصوصاً ٹی وی نے تو ایسے ایسے موسیقی کے فحش پروگرام نشر کئے کہ اچھے خاصے لبرل اور مذہب بیزار لوگ بھی چلا اٹھے۔ لیکن مشرف صاحب نے اس احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے امریکہ میں پریس کانفرنس کے دوران فرمایا کہ

> ''جن لوگوں کو ٹی وی اور فحاشی پر اعتراض ہے تو وہ اپنا ٹی وی سیٹ اور آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن ہم ٹی وی پر یہ پروگرام بند نہیں کرسکتے۔''

لیکن ہم یہاں پر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ملک سیکولرازم، فحاشی اور مادر پدر آزاد مغربی معاشرہ قائم کرنے کے لئے نہیں بنا تھا۔ لاکھوں مسلمانوں نے عظیم قربانیاں دے کر اپنے لئے ایک ایسا خطہ ارض حاصل کیا تھا کہ یہاں پر ایک خالص مسلم معاشرہ اور ریاست قائم ہو۔ اگر حکمرانوں کے سیکولرازم اور مغربیت کو نافذ کرنے کے ارادے ہیں تو پھر الگ وطن کیوں حاصل کیا گیا؟ اور کیوں قوم کو پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ دیا؟ اور کیوں دو قومی نظریے، دو ثقافتوں اور دو معاشروں کا فریب دیا گیا۔؟ ہمارے حکمران کلچر اور ٹی وی پروگراموں میں تو بھارت سے مقابلہ کیلئے تیار ہیں لیکن دفاع، تعلیم، اقتصاد اور دیگر مثبت شعبوں میں ان کے مقابلے سے کیوں کتراتے ہیں؟ حکمرانوں کے نزدیک طاؤس و رباب اول ہوگیا ہے اور شمشیر و سنان کو عالمی کولیشن (عالمی اتحاد) میں شمولیت کے بعد دفن کردیا گیا ہے۔ موسیقی اور ڈھولوں کی تھاپ، رقص و بھنگڑوں کے شور شرابے اور سُروں اور دُھنوں کی افزائش سے کس قسم کی قوم بننے کی توقع کی جارہی ہے؟ پھر ایسی حالت میں جب ہماری سرحدات پر پڑوسی دشمن ملک کی لاکھوں افواج کا ہجوم کھڑا ہے، اور وہ ہمیں نیست و نابود کرنے کی دھمکیاں بھی ہر دم دے رہا ہے۔ کیا یہی ہماری تیاری ہے؟ پھر افغانستان میں بے گناہ انسانوں پر اب تک عیسائی افواج ہولناک بمباری کررہے ہیں، فلسطین میں یہودی افواج مسلمانوں کی عورتیں اور بچے ذبح کررہے ہیں تو ہندوستان میں ہندو ہمارے برادران اسلام کو زندہ جلارہے ہیں اور انہیں حرف غلط کی طرح مٹا رہے ہیں۔۔ الغرض آج پوری امت مسلمہ جل رہی ہے اور ہمارے حکمران نیرو کی طرح بانسری بجارہے ہیں۔ افسوس! صد افسوس! اپنی حکومت، اپنی قوم اور اپنے اس بدقسمت عہد پر جس میں ہم جی رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ملک و ملت کا کیا انجام بنے گا؟ جبار و غفار اور حاکم حقیقی تو ہمیں زلزلوں سے جگارہا ہے کہ شاید انہیں کچھ تنبیہ ہوجائے لیکن قوم اور حکمران سرمستی اور عیاشی میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ شاید اگلی بار انہیں صور اسرائیل سے جگایا جائے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

بابری مسجد کا خون آشام قضیہ اور بے گناہ بھارتی مسلمانوں کا قتل عام

بدقسمت عصر حاضر کو اگر مسلمانوں کے لئے عرصہ مقتل کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ کرۂ ارض کے کونے کونے سے ان کی تباہی و بربادی کے قصے ہم روزانہ سنتے اور دیکھتے ہیں لیکن ہم بے بس اور بے حس ہو چکے ہیں۔ خصوصاً برصغیر پاک و ہند تو ایسے میدان کربلا کا روپ دھار چکا ہے جس میں ہر جانب مسلمانوں کی لاشیں ہی لاشیں پڑی نظر آ رہی ہیں۔ ہندوستان جو سیکولرازم اور دنیا میں سب سے بڑی جمہوری ریاست کا مدعی ہے ابھی حالیہ مسلم کُش فسادات کے بعد بھی اسے کیا سیکولر اسٹیٹ اور جمہوری ملک کہا جاسکتا ہے؟ کیا اس کے بعد بھی اسے سلامتی کونسل کی مستقل نشست دی جاسکتی ہے؟ جب سے برصغیر کی تقسیم ہوئی ہے اسی دن سے مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ گردش میں ہے اور بدقسمت بھارتی مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ یوں تو مسلم کش فسادات کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن جب سے ہندو انتہا پسند جماعتوں خصوصاً بھارتی جنتا پارٹی اور اس کے حلیفوں کی حکومت بنی ہے تو مسلمانوں کو مزید ظلم و ستم کا نشانہ بنا دیا گیا ہے اور آئے روز بہانے بہانے سے ان کی عزت و آبرو کو پامال کیا جاتا ہے۔ حکمران بی۔ جے۔ پی نے آج سے تقریباً دس سال قبل مسلمانوں کی ایک عظیم اور قدیم تاریخی بابری مسجد کو ڈنکے کی چوٹ پر گرایا اور اس موقع پر احتجاج کرنے والے سینکڑوں مسلمانوں کو بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا اب دوبارہ اس کے حلیف وشوا ہندو پریشد اور راشٹریہ سیوک سنگھ اور دیگر انتہا پسند تنظیموں نے مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور ہزاروں انتہا پسند تنظیموں کے افراد ایودھیا پہنچ رہے ہیں۔ اسی دوران ایک سازش کے ذریعے ہندوؤں کی ایک ٹرین پر گودراں میں حملہ کیا گیا اور پھر پہلے سے تیار کردہ منصوبے کے تحت دوسرے ہی دن صوبہ گجرات کے اہم شہر احمد آباد اور دیگر مسلم علاقوں میں منظم انداز میں مسلمانوں کی قتل و غارت گری شروع کی گئی۔ بی بی سی کے مطابق تقریباً ایک ہزار افراد کو اب تک شہید کیا گیا ہے۔ ہزاروں گھروں اور قیمتی املاک کو تباہ کیا گیا ہے۔ مسجدوں اور مدرسوں کی ایک عظیم تعداد کو بھی نقصان پہنچایا گیا ہے اور اس موقع پر ہندو انتہا پسندوں نے انتہائی بربریت اور وحشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اکثر مسلمانوں کو زندہ جلایا ہے۔ صوبہ گجرات کے وحشی وزیر اعلیٰ، اس کی انتظامیہ اور خصوصاً پولیس اس سارے خونی تماشے میں مرکزی کردار ادا کرتے رہے۔ پھر مرکز سے بی جے پی بھی پسِ پردہ اس صورتحال پر خوش ہے کیونکہ اس کی سیاست کا محور بھی مسلم کُشی اور پاکستان دشمنی ہے، پھر بی جے پی کو حالیہ انتخابات میں بری طرح سے شکست بھی ہوئی ہے اور راسے مسلمانوں نے ووٹ بھی نہیں دیئے، اسی لئے یہ مسلمانوں کو سزا بھی دینا چاہتی ہے۔

کیا یہ افسوس ناک دہشتگردی عالمی کولیشن اور امریکی حکومت کو نظر نہیں آتی؟ کیا یہ کھلی دہشتگردی نہیں ہے؟ اور کیا ویشوا ہندو پریشد انتہا پسند تخریب کار تنظیم نہیں؟ امریکہ کا اتحادی عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان اس افسوسناک صورتحال پر کیوں خاموش ہے؟ اور کیوں یورپی یونین اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی زبانیں بھی گنگ ہیں؟ شاید اسلئے کہ مرنے والوں کا تعلق اسلام سے ہے؟ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو شہداء کے درجات عالیہ سے نوازے۔ امین

مقالہ خصوصی
(آخری قسط)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی *

سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم

خدائی دلائل و براہین کا استنباط:

۱۔ قرآن مجید بعض مظاہر فطرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان مظاہر میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت کی بہت سی نشانیاں (آیات الٰہی یا دلائل ربوبیت) موجود ہیں۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں پچھلے صفحات میں پیش کی جا چکی ہیں جیسے۔

ان فی اختلاف الیل والنھار وما خلق اللہ فی السمٰوت والارض لایات لقوم یتقون۔ (یونس:۶)

''رات اور دن کے اختلاف اور ان چیزوں میں جن کو اللہ نے زمین اور اجرام سماوی میں پیدا کر رکھا ہے' ڈرنے والوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔''

وسخرلکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لایات لقوم یعقلون۔ (نحل:۱۲)

''اس نے رات اور دن اور آفتاب و ماہتاب کو مسخر کر رکھا ہے اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ اس مظہر ربوبیت) میں عقل والوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔''

وفی الارض ایات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون (ذاریات:۲۰۔۲۱)

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی۔ کیا تم کو نظر نہیں آتا؟''

اس قسم کی آیات میں یہ نہیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ ''خدائی نشانیاں'' کیا اور کس قسم کی ہیں؟ بلکہ ان نشانیوں (دلائل ربوبیت) کی تحقیق و تدقیق کا کام وہ اہل نظر اور اہل بصیرت پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس اعتبار سے اہل بصیرت علماء ہر دور میں عصری تصورات علم کو بنیاد بنا کر اللہ کی نشانیوں کا استنباط کر سکتے ہیں' جس کی بناء پر ہر دور میں نئے نئے اور سائنٹفک دلائل وجود میں آ سکتے ہیں۔ مگر اس میں کمال یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی دور کے علمی تصورات بدل بھی جائیں تو اس سے قرآن حکیم کی قطعیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ یہ تفصیلات قرآنی بیانات کے علاوہ بطور ایک شرح و تفصیل ہوتی ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ایسی کتنی ہی تفصیلات بدل گئی ہیں جو قدیم مفسرین نے فلسفہ یونان کو بنیاد بنا کر بیان کی

---

* ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔ ۲۹

تھیں؛ جیسا کہ اس کی بہت سی مثالیں ہمیں امام رازی کی تفسیر کبیر میں مل سکتی ہیں مگر کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ اس سے قرآن کی قطعیت پر حرف آ گیا۔

نظام فطرت کے اہم ترین نکات:

۲۔ قرآن مجید میں مظاہر فطرت سے متعلق بعض مواقع پر اجمالی اشارات موجود ہیں جن کی تفصیل متعلقہ علوم کے ماہرین کے ذمہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ان قرآنی اشارات کی حیثیت متعلقہ علوم میں اہم ترین نکات کی سی ہوتی ہے اور یہ نکات اپنے معنی ومفہوم میں بالکل واضح ہوتے ہیں جن میں کسی قسم کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ ان اشارات کی صرف تفصیل بیان کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ متعلقہ علوم کی ترقی کے باعث ان اشارات کا مفہوم بالکل واضح اور نمایاں ہو جاتا ہے جسکے ملاحظے سے خدائی کلمات کی صداقت اور ان کی قدر وقیمت صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔

اس طرح کی زائد تفصیلات میں اگر بالفرض کسی قسم کی تبدیلی ہو بھی جائے تو اس سے قرآن کی قطعیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ غرض اس طرح کے اہم نکات کلام الٰہی میں ہر علم وفن کے بارے میں مرقوم ہیں جو غور وفکر سے واضح ہو جاتے ہیں۔ اسلیئے کلام الٰہی میں غور وفکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور خاص کر پختہ کار علماً کو اس پر ابھارا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون (زمر:۲۷)

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہیں۔ تاکہ وہ چونک سکیں۔

ان دونوں مقامات میں ''تذکر'' کا لفظ آیا ہے جو متنبہ ہونے یے چونکنے کے معنی میں ہے۔

چنانچہ اس موقع پر اس سلسلے کے بعض اشاراتی حقائق مختصر طور پر پیش کئے جاتے ہیں جو بعض مواقع پر تشبیہات واستعارات کے روپ میں بھی مذکور ہیں اور ان سب کی درجہ بندی میں بہت زیادہ دماغ سوزی کرنی پڑتی ہے مگر اس موقع پر ان کو سماواتی حقائق، نباتاتی حقائق اور انسانوں سے متعلق حقائق وغیرہ عنوانوں کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

سماواتی دنیا کے بعض اسرار وحقائق

۳۔ سب سے پہلے دنیائے سماوات کے بعض اسرار وحقائق پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اجرام سماوی کے وجود میں آنے کے بارے میں جدید ترین سائنسی اکتشاف یہ ہے کہ اجرام سماوی کا پورا مادہ ابتدء باہم ملا ہوا تھا جس میں ایک دھماکہ ہوا اور اس کے نتیجے میں مختلف قسم کے اجرام وجود میں آئے سائنس کی یہ تحقیق حسب ذیل قرآنی بیان کی تصدیق وتائید ہے:

اولم یر الذین کفرو ان السموٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنھما (انبیاء:۳۰)

''کیا ان منکرین خدا نے مشاہدہ نہیں کیا کہ زمین اور اجرام سماوی پہلے باہم ملے

ہوئے تھے جن کو ہم نے جدا کر دیا؟''

سائنسی تحقیق کے مطابق زمین اور اجرام سماوی کا یہ پورا مادہ پہلے گیس کی حالت میں تھا، جو بتدریج ٹھنڈا ہو کر ٹھوس بن گیا۔ یہ تحقیق بھی حسب ذیل قرآنی بیان کی تصدیق ہے: جس میں اس کی تعبیر دھوئیں کے لفظ سے کی گئی ہے۔

ثم استوی الی السمآ وھی دخان (حم سجدہ:۱۱)

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو دھواں تھا۔''

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ آسمان یعنی آسمانی دنیا برابر پھیل رہی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

والسمأ بنیناھا باید وانا لموسعون۔ (ذاریات:۴۷)

''ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا ہے اور ہم اس میں برابر وسعت دیئے جا رہے ہیں۔''

چنانچہ تازہ تحقیق (بگ بین تھیوری) کے مطابق ثابت ہو چکا ہے کہ کہکشاؤں سے بھرپور ہماری یہ کائنات لگاتار پھیل رہی ہے اسی طرح جدید اکتشافات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ ہماری کائنات میں بے شمار کہکشائیں موجود ہیں جو حسب ذیل قرآنی بیان کی تصدیق ہے:

ولقد جعلنا فی السمأ بروجا و زینا ھا للناظرین (حجر:۱۶)

''اور ہم نے آسمان میں بہت سے برج (۲۶) بنا دیئے ہیں جنکو غور سے دیکھنے والوں کیلئے مزین کر دیا ہے

سائنس کی تحقیق ہے کہ سورج کی روشنی ذاتی اور چاند کی مستعار ہے جو حسب ذیل قرآنی بیان کی تائید ہے، جس کے مطابق ان دونوں اجرام کی روشنیوں کے لئے الگ الگ الفاظ لائے گئے ہیں۔

ھوا لذی جعل الشمس ضیأ والقمر نورا (یونس:۵)

''وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا ہے۔''

جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ زمین، چاند اور سورج سب بغیر کسی سہارے کے خلاؤں میں تیر رہے ہیں یہ بیان کلام الٰہی میں اس طرح موجود ہے:

وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم وجعلنا فیھا فجاجاً اسبلا لعلھم یھتدون…… وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلك یسبحون (انبیاء۳۱:۳۳)

''اور ہم نے زمین میں بھاری پہاڑ رکھ دیئے ہیں تاکہ وہ ان کے ساتھ جھک نہ جائے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دی ہیں، تاکہ وہ راستہ پا سکیں۔ اور وہی ہے جس نے دن رات اور چاند اور سورج کو پیدا کیا۔ ان میں سے ہر ایک (زمین سمیت) اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔''

جدید ترین تحقیق ہے کہ سورج ایک نہ ایک دن بے نور ہو جائے گا کیونکہ اس میں جو روشنی اور تپش ہے وہ اس کی ہائیڈروجن گیس جلنے کی وجہ سے ہے۔ جب اس کی پوری ہائیڈروجن گیس جل جل کر ختم ہو جائے گی تو وہ ٹھنڈا ہو کر رہ

جائے گا۔ چنانچہ کلام الٰہی میں اس حقیقت پر سے پردہ اس طرح ہٹایا گیا ہے۔

إذا الشمس کورت ۔ (تکویر:۱)

"جب سورج بے نور ہو جائے گا۔"

ظاہر ہے کہ یہ تمام حقائق و معارف بغیر کسی تاویل کے دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہیں اور اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ انسانی اسلوب اور خدائی اسلوب میں کافی فرق ہے کیونکہ قرآن حکیم کی اپنی ایک الگ زبان و اسلوب ہے، جو انسانی اسالیب سے بالکل جدا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس حقیقت پر روشنی اس طرح ڈالی گئی ہے:

ولا تلتبس به الالسنة یعنی انسانی زبانیں اس کے اسلوب سے میل نہیں کھاتیں۔ (۲۷)

نباتات کے بعض اسرار و حقائق

۴۔ تازہ اکتشافات کے تحت یہ حقیقت پوری طرح روشنی میں آ چکی ہے کہ حیوانات کی طرح نباتات میں بھی قانون زوجیت پایا جاتا ہے۔ یعنی ان میں بھی زوج یا نر اور مادہ ہوتے ہیں اور انکی بار آوری نر پھولوں میں موجود ننھے زردانوں کے ذریعہ ہوتی ہے، جسے نباتیات کی اصطلاح میں پالن گرینس (۲۸) کہا جاتا ہے اور یہ زردانے شہد کی مکھیوں، کیڑے مکوڑوں، تتلیوں، پرندوں اور ہوا وغیرہ کے ذریعہ ایک پھل سے دوسرے پھل تک پہنچتے ہیں، جن کی وجہ سے مادہ پھول بار آور ہو کر پھل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ ان پھولوں میں ایک میٹھا رس ہوتا ہے جسے چوس کر اپنا پیٹ بھرنے کی غرض سے جب یہ ننھے منے جاندار وں پھولوں پر جا بیٹھتے ہیں تو انجانا پن میں ان کی ٹانگوں سے وہ زردانے چپک جاتے ہیں اس طرح ایک پھول کے زَردانے دوسرے پھول تک منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ قدرت خداوندی کا عجیب و غریب تماشہ ہے، جو حد درجہ حکیمانہ طور پر تمام مخلوقات کی روزی کا انتظام کر رہا ہے۔ اگر پھولوں کی بار آوری (پولی نیشن (۲۹)) کے یہ ایجنٹ موجود نہ ہوتے تو پھر انسان اور دیگر حیوانات کی غذا بھی وجود میں نہ آ سکتی۔ غرض نباتات کی زوجیت کا تذکرہ حسب ذیل آیات میں موجود ہے، جس پر جدید سائنس مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔

سبحان الذی خلق الازواج کلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لایعلمون (یٰسین:۳۶)

"پاک ہے وہ (رب برتر) جس نے ان تمام جوڑوں کو پیدا کیا جن کو زمین (نباتات کی شکل میں) اگاتی ہے اور خود ان کی اپنی جنس میں اور ان تمام چیزوں میں جن کو یہ لوگ (اس وقت) نہیں جانتے۔"

ومن کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (ذاریات-۴۹)

اور ہم نے ہر چیز میں جوڑے بنائے ہیں تا کہ تم چونک سکو۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ایک موقع پر نباتات کا تذکرہ کرنے کے بعد بار آوری کے مذکورہ بالا "ایجنٹوں" یعنی

مختلف قسم کے حشرات وغیرہ کا ذکر ذرا مبہم انداز میں اس طرح کیا گیا ہے:

وجعلنا لکم فیھا معایش ومن لستم له برازقین۔ (حجر:۲۰)

''ہم نے زمین میں تمہارے لئے معاش کا سامان رکھ دیا ہے اور ان کے لئے بھی جن کو تم (براہ راست) روزی نہیں پہنچاتے۔''

نباتات کا ایک حیرت انگیز عمل

''حیاتیاتی کیمیا'' (بائیوکیمسٹری) (Bio Chemistry) ایک جدید ترین علم ہے جس کے تحت زندہ مظاہر یعنی حیوانات و نباتات میں موجودہ مادوں کا کیمیائی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر تمام نباتات فضا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ اخذ کر کے آکسیجن خارج کرتے ہیں جس کے نتیجے میں شکر یا نشاستے (کاربوہائیڈریٹ) کے سالمے (مالیکیولس (۳۰)) تیار ہوتے ہیں جو حیوانوں اور انسانوں کی بنیادی غذا ہے۔ چنانچہ لاکھوں قسم کے تمام نباتات میں نشاستے کا بنیادی فارمولا ایک ہی ہوتا ہے، جس کو کیمیائی زبان میں $C_6H_{12}O_6$ کہا جاتا ہے۔ یعنی نشاستے کے ایک سالمے مین کاربن کے ۶، ہائیڈروجن کے ۱۲ اور آکسیجن کے ۶ جواہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح لحمیہ (پروٹین) میں مذکورہ بالا تین عناصر کے علاوہ نائٹروجن (۳۱) بھی شامل ہوتا ہے۔ یہی حال دیگر تمام غذائی مادوں کا ہے کہ لاکھوں قسم کے پیڑ پودوں میں ہر چیز نپی تلی پیدا ہوتی ہے اور اس میں کبھی ردوبدل نہیں ہوتا۔ نباتات کے اس حیرت انگیز مظاہرے کے بعد اب ذرا قرآن حکیم میں نظر ڈال کر دیکھئے تو اس کا معجزہ ہونا صاف نظر آجائے گا۔ چنانچہ اس نے اس حیران کن مظہر ربوبیت کی تعبیر کیلئے ایک، ایسا معجزانہ لفظ استعمال کیا ہے جو نباتاتی زندگی کے اس پورے عمل کی نمائندگی کرتا ہے اور وہ لفظ ہے ''موزون'' یعنی وزن کی ہوئی چیز۔

وانبتنا فیھا من کل شئی موزون (حجر:۱۹)

''ہم نے زمین میں ہر چیز وزن کی ہوئی پیدا کی ہے۔''

یعنی زمین سے اگنے والی ہر چیز وزن کی ہوئی یا نپی تلی ہوتی ہے۔ چودہ سو سال پہلے اس مظہر ربوبیت کی تعبیر اس سے بہتر الفاظ میں اور کیا ہو سکتی تھی، جب کہ اس قسم کی حیاتیاتی امور کی اس وقت کوئی قدر و قیمت ہی نہیں تھی؟

کلوروفل کا انکشاف:

اسی طرح جدید ترین سائنسی تحقیقات سے (لیبارٹریوں میں تجربے کے ذریعہ) یہ حقیقت پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ پیڑ پودوں میں جو نشاستہ تیار ہوتا ہے وہ ان میں موجود ہرے رنگ کے ذرات کی بدولت ہے جو سبز مادے کے حامل ہوتے ہیں اور اس سبز مادے کو سائنسی اصطلاح میں کلوروفل کہا جاتا ہے اور کلوروفل کے حامل ذرات کو کلوروپلاسٹ کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ سبز ذرات (جو پتیوں میں ہوتے ہیں) سورج کی روشنی کی مدد سے کاربن ڈائی

آکسائیڈ (۳۲) اور پانی کو لے کر نشاستہ تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر قسم کی غذا اور پھلوں اور میووں کا بنیادی جز نشاستہ ہی ہوتا ہے۔ سائنس کی اس تحقیق کے لئے علم نباتات (باٹنی) (۳۳) کی کوئی بھی کتاب دیکھی جا سکتی ہے۔ جدید سائنس کی یہ تحقیق حسب ذیل قرآنی انکشاف کی تصدیق وتائید ہے:

وهو الذی انزل من السمأ ما فاخرجنا به نبات کل شئی فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبامتراکبا ومن النخل من طلعها قنوان دانية و جنات من اعناب والزیتون والرمان مشتبها وغیر متشابه انظروا الی ثمره اذا اثمر وینعه ان فی ذلکم لایات لقوم یومنون (انعام:۹۹)

”وہی ہے جس نے بلندی سے پانی برسایا، اس پانی سے ہم نے ہر قسم کے نباتات اگا دیئے، ان نباتات سے ہم نے ایک سبز چیز نکالی، جس سے ہم تہہ بہ تہہ دانے (غلے) نکالتے ہیں۔ اور (اسی طرح اسی سبز چیز سے) کھجور کے شگوفوں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگور کے باغات، زیتون اور انار بھی نکالتے ہیں، جو آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا قسم کے ہیں۔ ہر ایک درخت کے پھل کو غور سے دیکھو جب وہ پھلنے اور پکنے لگے۔ اس (مظہر ربوبیت) میں ایمان لانے والوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ (۳۴)“

نباتات میں شرافت کا مظاہرہ

قرآن حکیم میں نباتات کو ”زوج کریم“ کے خطاب سے نوازا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیها من کل زوج کریم ۔ ان فی ذلك لاية وما كان اكثرهم مومنين (شعراء:۷۔۸)

”کیا ان منکرین نے زمین کا مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کے کتنے شریف زوج اگا دیئے ہیں؟ اس مظہر میں یقیناً ایک بڑی نشانی موجود ہے، مگر ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

زوج کریم کے ایک تو مجازی معنی ہیں یعنی کوئی عمدہ قسم، اور دوسرے حقیقی معنی۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ اصول فقہ کی رو سے کسی لفظ کے اولین طور پر حقیقی معنی مقصود ہوتے ہیں، جب کہ مجازی معنی ثانوی طور پر مراد لئے جاتے ہیں اس اعتبار سے زوج کریم کے حقیقی معنی ہوئے ”ایک شریف میاں یا بیوی“ یا ایک نر اور مادہ۔ اس لحاظ سے اب سوال یہ ہے کہ نباتات میں شرافت کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیڑ پودوں میں جو نر اور مادہ پھول ہوتے ہیں وہ اندھے بہرے نہیں ہوتے کہ ہر نوع کا پھول دوسری نوع کے زردانے کو قبول نہیں کرتا۔ مثلاً آم کا پھول ہے تو صرف آم ہی کا زردانہ قبول کرتا ہے۔ انار ہے تو صرف انار ہی کا زردانہ لیتا ہے، پپیتا ہے تو صرف پپیتے ہی کا زردانہ اخذ کرتا ہے وقس علی ذلک۔ جبکہ پارزیرگی (کراس پولی نیشن (۳۵) کے ذریعہ مختلف ایجنٹوں (جیسے حشرات، شہد کی مکھیوں، پرندوں اور ہوا وغیرہ) مختلف انواع کے زردانے ایک دوسرے تک پہنچنا بالکل ممکن ہے مگر کسی نے

آج تک آم کے درخت میں امرود، پپیتے کے درخت میں انار، یا سنترے کے درخت میں چیکو، یا سیب کے درخت میں شریفہ اگتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ ہے نباتات کی وہ ''شرافت'' جس کی طرف آیات بالا میں ایک بہت بڑی نشانی کی موجودگی کی خبر دی گئی ہے۔ نباتات کی اس حیران کن سیرت کے ملاحظے سے یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ اس کائنات مادی کے ماوراء نہ صرف ایک علیم وخبیر یا علام الغیوب ہستی کا وجود ہے بلکہ وہ ہر چیز اور ہر مظہر قدرت کی نگراں اور ناظم اعلیٰ بھی ہے۔ ورنہ ایک اندھے بہرے مادہ میں اس قدر اعلیٰ درجے کا نظم وضبط پایا نہ جا سکتا تھا۔ چنانچہ لاکھوں نباتات (۳۶) کا ''موزون'' عمل ہی نہیں بلکہ ان کی ''شرافت'' کا مظاہرہ کسی اندھے بہرے عمل کا نتیجہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

یہ ہے وہ مظاہرہ ربوبیت جو باری تعالیٰ مادہ پرستوں کو دکھا رہا ہے اور اس کی طرف "اولم یروا" (کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا؟ کے الفاظ کے ذریعہ توجہ دلائی جارہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مادہ پرستوں کو اپنی ہی تحقیقات کے نتیجے میں جس مظہر خداوندی کا مشاہدہ کرنے کی تاب نہیں ہے اس کی طرف کلام الٰہی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں بتارہا ہے کہ دیکھو اپنی ہی تحقیقات کا ثمرہ جس کے باعث خدائے ذوالجلال کا وجود کس انوکھے طریقے سے ثابت ہو رہا ہے۔

غرض اس عجیب وغریب مظہر خداوندی کی مادہ پرستانہ نقطہ نظر سے کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ ظاہر ہے کہ جب یہ کائنات بغیر کسی خالق کے خود بخود چل رہی ہے تو پھر عقلی اعتبار سے اس مظہر ربوبیت کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟

قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔

''کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کرو''

قل هل عندكم من علم فتخر جوه لنا ان تتبعون الا الظن وأن انتم الا تخرصون (انعام:۱۴۸)

''کہدو کہ اگر تمہارے پاس کوئی (صحیح) علم ہے تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر تم تو صرف اٹکل لگاتے اور ٹامک ٹوئیاں مارتے ہو۔''

نوع انسانی سے متعلق بعض حقائق

۵۔ جدید سائنسی اکتشافات کا ذریعہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسانی پروٹو پلازم حسب ذیل چودہ عناصر پر مشتمل ہے جو قشر ارض میں پائے جاتے ہیں: جیسے: آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کیلشیم، فاسفورس، کلورین، سلفر، پوٹاشیم، سوڈیم، میگنیشیئم، لوہا، ایوڈین اور سلیکون۔ (۳۷)

ہمارے کرہ ارض پر اگرچہ ۹۲ عناصر (قدرتی) پائے جاتے ہیں مگر اکثر مادی اشیاء اور پرندکور صرف ۱۴ عناصر پر مشتمل ہیں جن میں سے بیشتر کمیاب ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جنکو قرآن حکیم میں ''مٹی کا خلاصہ'' کہا گیا ہے: ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين (مومنون:۱۲)

ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے۔

اسی طرح کلام الٰہی میں مرقوم ہے کہ ہر ''زندہ چیز'' (حیوانات و نباتات) پانی سے پیدا کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وجعلنا من المأ كل شى حى (انبیا،۳۰)

ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے۔

اس خدائی انکشاف کی تصدیق کرتے ہوئے جدید سائنس کہتی ہے کہ خلیوں (۳۸) کے اندر پائے جانے والے مادہ (پروٹو پلازم (۳۹)) کا اکثر حصہ (تقریباً ۷۵ فیصد) پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۴۰)

علم جنین (ایمبر یالوجی (۴۱)) کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرد کے نطفے میں بے شمار ننھے ننھے سانپ نما کیڑے ہوتے ہیں، جو یک خلوی (سنگل سیل ۴۲) ہوتے ہیں۔ جنکو اصطلاح میں ''اسپر ماٹو زوا'' (۴۳) کہا جاتا ہے جب ان میں سے کوئی ایک کیڑا عورت کے رحم مادر کے اندر موجود 'بیضے'' (اوؤم (۴۴)) سے ملتا ہے جو خود بھی ایک خلیہ (سیل) ہوتا ہے تو یہ دونوں مل کر متحدہ طور پر ایک ''مشترکہ خلیہ'' بن جاتے ہیں، جسے اصطلاح میں ''جفتہ'' (زائیگوٹ ۴۵) کہا جاتا ہے پھر اس کے بعد یہ جفتہ بڑھتے بڑھتے جنین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس مشترکہ خلیہ کا انکشاف قرآن حکیم میں ''نطفہ امشاج'' یعنی'' ملے جلے خلیہ'' کے الفاظ کے ذریعہ علم جنین کی ترقی سے پہلے ہی اس طرح کر دیا گیا ہے:

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا (دہر:۲)

''ہم نے انسان کو یقیناً ملے جلے نطفے سے پیدا کیا ہے، تا کہ ہم اسے آزمائیں اس لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنا دیا ہے''

اسی طرح علم جنین کی تحقیق سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی ہے کہ جو بچہ (جنین ۴۶) ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے وہ تین پردوں میں ہوتا ہے: ایک ماں کا پیٹ، دوسرے رحم کا خول اور تیسرے جنین کی باریک جھلی۔ اس کی تعبیر قرآن حکیم میں تین ''تاریکیوں'' کے لفظ کے ذریعہ اس طرح کی گئی ہے:

يخلقكم فى بطون امهاتكم خلقا من بعد خلق فى ظلمات ثلاث ذلكم الله ربكم له الملك ْلا اله الا هو ْ فانى تصرفون۔ (زمر:۶)

وہ تم کو تمہارے ماؤں کے پیٹ میں تین تاریکیوں کے اندر ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے یہی ہے اللہ تمہارا رب۔ اسی کے لئے ہے۔

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی *

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا، جامع اور دور رس امریکی منصوبہ

واقعات، حقائق، اعداد و شمار

(قسط نمبر ۱)

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن   نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کشائی
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو   ہلاکت نہیں موت ، ان کی نظر میں
صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا   ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس

سہ شنبہ: ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء مطابق ۲۳/ جمادی الثانی (سعودی عرب اور عالم عربی کی جنتری کے حساب سے) اور ۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ (ہندوستانی جنتری کے مطابق) امریکہ کے لیے سیاہ ترین اور جہنم کا منظر پیش کرنے والا دن تھا، جب ‘‘اغوا کردہ’’ تین امریکی جہازوں کے ذریعے کیے گئے زبردست اور ہر اعتبار سے غیر معمولی دھماکے کی وجہ سے، سارے امریکہ میں خوف و ہراس کا ایسا ماحول پیدا ہوگیا، جس کی نظیر انسانی تاریخ نے شاید و باید ہی دیکھی ہوگی۔ چار ‘‘اغوا کردہ’’ -- اور ایک روایت کے مطابق پانچ -- جہازوں میں سے دو جہاز ‘‘نیویارک’’ کے عالمی تجارتی مرکز (World Trade Centre) سے ٹکرا دیے گئے اور تیسرا جہاز ‘‘واشنگٹن’’ میں محکمۂ دفاع یعنی پنٹاگن (Pantagon) کی قلعہ بند عمارت کے ایک بازو سے لڑا دیا گیا۔ اول الذکر عمارت چند گھنٹوں کے دوران ہی بتاشے کی طرح بیٹھ گئی، جب کہ ثانی الذکر کا ضرب زدہ حصہ، مکمل طور پر خاکستر ہوگیا۔ تیسرا جہاز ‘‘پنسلوانیا’’ صوبے کے مغرب میں ‘‘سمرسٹ’’ کے ہوائی اڈے پر کریش ہوکر گر گیا، جب کہ ‘‘واشنگٹن’’ میں وزارت خارجہ کے کار اسٹینڈ میں ایک کار، دھماکے کے ساتھ ہی راکھ کا ڈھیر بن گئی۔

ہندوستانی وقت کے مطابق دھماکے کی پہلی کارروائی، شام کے ساڑھے پانچ بجے اور امریکی وقت کے

---

* رئیس تحریر ماہنامہ ‘‘الداعی’’ و استاذ ادب عربی، دار العلوم دیوبند

مطابق صبح ۸,۴۵ بجے عمل میں آئی۔ امریکی کمپنی یونائیٹڈ ایرلائنز (United Airlines) کا پہلا مسافر بردار طیارہ عالمی تجارتی مرکز کے جنوبی مینارے کی بالائی منزل سے اور اس کے ٹھیک اٹھارہ منٹ بعد دوسرا مسافر بردار طیارہ شمالی مینارے کی بالائی منزل سے جاٹکرایا۔ اس کے تقریباً ایک گھنٹے بعد تیسرا طیارہ وزارتِ دفاع کے ایک بازو پر جاگرا۔ امریکن ایرلائنز (American Airlines) اور یونائیٹڈ ایرلائنز (Uinited Airlines) نے بعد میں اپنے چار طیاروں کے ''مفقود'' ہوجانے کی اطلاع دی اور بتایا کہ ان پر سوار افراد کی مجموعی تعداد ۲۶۶ تھی۔ امریکن ایرلائنز کے جو دو طیارے مفقود ہوئے، ان پر سوار افراد کی تعداد ۱۵۶ تھی۔ ان میں سے ایک طیارہ بوئنگ ۷۵۷ ''بوسٹن'' اور ''لوس انجلس'' کے درمیان فلائٹ نمبر ۱۱ کے تحت پرواز پر تھا۔ اس پر ۸۱ مسافر اور عملے کے ۱۱ افراد سوار تھے۔ دوسرا طیارہ بوئنگ ۷۵۷، فلائٹ نمبر ۷۷، ''واشنگٹن'' سے ''لوس انجلس'' کی طرف محوِ پرواز تھا۔ اس پر ۵۸ مسافر اور اسٹاف کے ۶ افراد موجود تھے۔

یونائیٹڈ ایرلائنز نے بھی اعلان کیا کہ اس کے ۲ طیارے گم ہوگئے ہیں، ان میں پر مجموعی طور پر ۱۱۰ اشخاص سوار تھے۔ بوئنگ نمبر ۷۵۷، فلائٹ نمبر ۹۳ نیویارک، نیوجرسی اور ''سان فرانسیسکو'' کے سفر پر تھا۔ اس پر ۳۸ مسافر اور عملے کے سات افراد سوار تھے۔ بوئنگ ۷۶۷، فلائٹ نمبر ۱۷۵، جو بوسٹن سے لوس انجلس جارہا تھا، وہ ۵۶ مسافروں اور عملے کے ۱۹ افراد کے ساتھ محوِ سفر تھا۔

عالمی تجارتی مرکز

نیویارک عالمی تجارتی مرکز (World Trade Centre) امریکہ کی اقتصادی طاقت وترقی، اس کی معاشی چودھراہٹ، سرمایہ دارانہ غرور، سودخورانہ بینکنگ سسٹم اور ساری دنیا پر مال ودولت کے ذریعے اِجارہ داری قائم کرنے کی نمایاں ترین علامت تھا، جو سارے عالم میں اس کی سرکشی کے بہ قدر اونچا اور ستاروں سے باتیں کرتا تھا۔ دوسری طرف پنٹاگن کی عمارت اپنی مضبوطی، حفاظت کے ذرائع، قلعہ بندی اور تعمیری انجینئرنگ کے لحاظ سے کسی بھی عمارت شکن چیلنج اور مسمار کیے جانے والے حملے سے نبرد آزما ہونے کی مکمل صلاحیت کی حامل تھی۔ امریکہ والوں کا پختہ ایمان تھا کہ بڑی سے بڑی طاقت اپنی ساری پلاننگ کے باوجود اس عمارت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی؛ لیکن نامعلوم، غیر معمولی اور ناقابل تصور اچانک اور انوکھے طرز کے حملے کے سامنے، دونوں عمارتوں کے شکست کھاجانے کا منظر، سارے عالم نے ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع معلومات کے ذریعے، اپنی دیدۂ عبرت سے دیکھا۔ یہ حملہ امریکہ پر اچانک، اس کے اندر سے، اسی کی زمین پر اس طرح کیا گیا کہ سوائے چیخ وپکار، آہ وزاری اور زخمی شیر کی طرح چنگھاڑنے کے، وہ کسی طرح اس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا۔ عالم گیر طاقت کی بے بسی وبے کسی، ساری دنیا والوں سے لوہا لینے والے کی بے چارگی اور اس کے تمام مظاہرِ ترقی کی فریب کاری وشکست خوردگی کا تماشا دیکھ کر سا کنانِ عالم اب تک محوِ حیرت ہیں۔

لائقِ ذکر ہے کہ عالمی تجارتی مرکز، حسب ذیل سات عمارتوں پر مشتمل تھا:

۱- برجِ شمالی WTC1 ۱۱۰ منزلہ تھا۔ اس کی تعمیر ۱۹۷۰ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

۲- برجِ جنوبی WTC2 ۱۹۷۲ء میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ ۱۱۰ منزلہ تھا۔

۳- WTC3 یہ ایک ۲۲ منزلہ ہوٹل سے عبارت تھا۔

۴- جنوب مشرقی پلازا WTC4 کی تعمیر ۱۹۷۷ء میں زیرِ عمل آئی تھی۔ یہ عمارت ۹ منزلہ تھی۔

۵- شمال مشرقی پلازا WTC5 ۱۹۷۲ء میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ بھی ۹ منزلہ تھا۔

۶- امریکن کسٹمس ہاؤس WTC6 ۱۹۷۵ء میں بنا تھا، یہ آٹھ منزلہ تھا۔

۷- WTC7 یہ بھی ۱۰ منزلہ تھا۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دونوں جڑواں منارے ۱۴۰ میٹر بلند تھے۔ یہ عمارت دنیا کی چند بلند ترین عمارتوں میں سے ایک تھی۔ نیویارک کے کاروباری علاقے کے وسط میں ''مانہاٹن'' جزیرے میں واقع تھی۔ ۴۰۶ ہزار مربع میٹر پر بنی تھی۔ دونوں میناروں میں سے ہر ایک میں ۲۱۸۰۰ کھڑکیاں تھیں۔ عمارت میں برسرِ عمل تقریبا ایک لاکھ افراد ۱۰۴ الیکٹرانک لفٹوں کو استعمال میں لاتے تھے۔ دونوں میناروں میں سے ہر ایک کا وزن ۲۹۰ ہزار ٹن تھا صرف سیمنٹ کا وزن ۱۲۱۰۰ ٹن تھا۔ ''ہوڈسن'' ندی کو پاٹ کر بنائے گئے میناروں کی بنیادوں کی گہرائی، بیس میٹر سے زیادہ تھی۔ دونوں کے علاحدہ بیس (Base) کی لمبائی ۱۹۲ میٹر تھی، جو ڈبل دیواروں سے بنایا گیا تھا۔ ان دیواروں کا موٹاپا ۲۰ سے ۹۰ میٹر تھا۔

دونوں میناروں پر زائد از ۵۰۰ کمپنیاں اور سرکاری ادارے اپنے دفاتر قائم کیے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ نیویارک اور نیوجرسی کے کسٹمس بورڈ کے دفاتر بھی تھے۔

جہازوں کے ٹکرانے کے ایک گھنٹے کے کچھ بعد، امریکہ کے وقت کے مطابق صبح ۱۰،۰۵ پر برجِ جنوبی اور ۱۰،۳۰ پر برج شمالی منہدم ہوگیا، جہاز کو ٹکرانے کی پہلی کارروائی ۸،۴۵ پر، جبکہ دوسری کارروائی ۹،۰۳ پر زیرِ عمل آئی تھی۔

پنٹاگن

پنٹاگن (Pantagon) امریکی وزارتِ دفاع کی مرکزی عمارت ہے۔ یہ ''ورجینیا'' صوبے کے ''ارلنگٹن'' شہر میں دارالحکومت واشنگٹن کے قریب واقع ہے۔ یہ عمارت دفاتر پر مشتمل دنیا کا سب سے بڑا کمپلکس ہے۔ یہ چھ لاکھ مربع میٹر کو محیط ہے۔ اس عمارت میں سات ہزار کھڑکیاں ہیں، جن کی مجموعی پیمائش تقریبا بتیس ہزار مربع میٹر ہے۔ اس عمارت میں غیر مسقف حصوں کی پیمائش تقریبا ۷ ملین ۱۵ ہزار اسکوائر فٹ ہے۔ یہ عمارت صرف پانچ منزلہ ہے اور یہ چھوٹے سے شہر کے برابر ہے۔ ۲۳ ہزار سے زیادہ افراد اس میں کام کرتے ہیں۔ یہ ساٹھ سال پہلے تعمیر ہوئی تھی (ہم یہ بات ۲۰۰۱ء میں لکھ رہے ہیں) اپنی انجینئرنگ، طرزِ تعمیر، مضبوطی اور خاکہ سازی کے اعتبار سے دنیا میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ اِس کا کچھ اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ طویل مسافت کی اس عمارت میں، ایک جگہ سے دوسری جگہ صرف سات

منٹ میں منتقل ہوا جاسکتا ہے۔ پانچ گوشے کی یہ عمارت پانچ مرکزی یونٹوں پر مشتمل ہے اور ہر ایک عمارت پنج گوشہ ہے۔ اس میں استعمال کردہ کنکریٹ کا وزن سات لاکھ ٹن سے زیادہ ہے۔ اس کے باوجود یہ عمارت ''یونائیٹڈ ایر لائنز'' کے بوئنگ ۷۵۷ کے ۱۱ر ستمبر کے روز ٹکرانے سے اپنے ایک حصے کے ساتھ متاثر ہوگئی، حالاں کہ مذکورہ بوئنگ ساٹھ ''لانڈ کروز'' کار سے زیادہ وزن کا نہیں تھا؛ کیوں کہ طیارے میں ۱۵ ہزار لیٹر پٹرول تھا، پٹرول کی اتنی بڑی مقدار کے ذریعے جو آگ لگی، وہ بہت تیز تھی، جس کی وجہ سے اس عمارت کے ایک معقول حصے کی سیمنٹ، لوہا، کنکریٹ: سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔

عالمی معاشی نقصانات کا ایک اندازہ

دھماکے کی ان کارروائیوں کے نتیجے میں، عالمی ذرائع ابلاغ کے اندازے کے مطابق، عالمی پیمانے پر کم از کم ۱۷۶ ارب ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ صرف امریکہ کے نقصانات کا اندازہ ۹۸ ارب ڈالر سے کیا گیا ہے۔ مبادلاتی خدمت (ایکس چینج سروس) کے اُتار کی شکل میں، صرف مغربی ملکوں کو ۱۳۷ ارب سے زیادہ کا نقصان اٹھانا پڑا ہے، جبکہ عربی ملکوں اور مشرق وسطی کے علاقوں کے نقصانات کی مقدار کسی طرح بھی ۱۴ ارب ڈالر سے کم نہ ہوگی۔ مشرق وسطی کے ممالک اور چین کو ۱۲۷ ارب ڈالر سے زیادہ کے تجارتی اور سرمایہ کاری کے میدان کے مواقع سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔

جب امریکہ کے صدر کو روپوش ہوجانا پڑا

دھماکوں کے معاً بعد امریکی صدر جارج ڈبلیو بوش کو روپوش ہوجانا پڑا، حتی کہ کئی گھنٹے تک امریکی عوام یہ پوچھتے رہے کہ صدر صاحب کہاں ہیں؟۔ واقعے کے وقت وہ ''فلوریڈا'' میں تھے، انھیں جیسے ہی واقعے کا علم ہوا ''ساریسوتا'' سے ہوائی جہاز پر سوار ہوئے؛ لیکن پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ان کی واشنگٹن آمد کی خبر نہیں دی گئی۔ اس سلسلے میں اِخفا کی وجہ سے سارے ماحول میں ان گنت استفہامیہ علامتیں نمودار ہوگئیں اور طرح طرح کے شکوک وشبہات نے جنم لیے، خصوصاً اِسلیے کہ امریکیوں کی نگاہوں میں پیہم اور مسلسل واقعات کی تصویریں جمی ہوئی تھیں پھر اچانک اعلان ہوا کہ مسٹر بوش صدارتی طیارہ ''ایرفورس ون'' کے ذریعے ''ویزیانا'' کے عسکری اڈے ''بارکسویل'' پہنچ رہے ہیں، سر دست انھیں واشنگٹن نہیں آنا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق بوش کا طیارہ دو گھنٹے سے زیادہ فضا میں منڈلاتا رہا۔ طیارے سے اترتے ہی، انھیں ہر طرح کے اسلحوں حتی کہ نیوکلیائی ہتھیاروں سے قلعہ بند پناہ گاہ میں، اتار دیا گیا اور جبتک تمام خطرات سے حفاظت کا یقین نہیں کرلیا گیا، انھیں وہاں سے باہر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

واقعے کے فوراً بعد کی عاجلانہ کارروائیاں

واقعے کے بعد عالمی بازار زر یعنی اسٹاک ایکس چینج میں زبردست گراوٹ آگئی۔ تیل، سونا، معدنیات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں، ڈالر بری طرح لڑھک گیا۔ امریکی شہری ہوابازی کی تاریخ میں پہلی بار تجارتی پروازیں روک دی گئیں؛ بلکہ تمام امریکی طیاروں کی پروازیں رد کردی گئیں۔ امریکہ کے تمام بازارہائے زر بند

کر دیے گئے۔ لندن کے اسٹاک ایکس چینج کو خالی کر دیا گیا۔ امریکہ کے لیے جانے والی تمام پروازیں ساری دنیا میں رد کر دی گئیں۔ نیویارک میں اقوام متحدہ نے اپنے تمام ملازموں کو گراؤنڈ فلور (پہلی منزل) پر اتر جانے کی فوری ہدایت جاری کی۔ ''شکاگو'' شہر کی تمام اونچی عمارتوں کو خالی کرا لیا گیا۔ وھائٹ ہاؤس، پنٹاگن اور امریکی وزارتِ خارجہ کی عمارتوں کو لاؤڈ سپیکر پر اعلان کے ذریعے بلاتاخیر خالی کر دینے کی ہدایات جاری کی گئیں۔ نیز دیگر تمام امریکی شہروں اور متعدد مغربی شہروں اور دنیا کے مختلف علاقوں کی اونچی عمارتوں سے لوگوں کو فوراً نیچے آ جانے کے لیے کہا گیا۔

دنیا کی حکومتوں کو غیر معمولی حفاظتی کارروائیاں کرنی پڑیں۔ تمام سرکاری عمارتوں میں الرٹ (چوکنا رہنے) کا اعلان کر دیا گیا۔ عسکری اڈوں کے گرد تفتیشی کارروائیوں کو مستحکم کرنے کے لیے متعدد اقدامات کا اعلان کیا گیا۔ یورپ کے سربراہوں نے اپنے غیر ملکی دورے فی الفور ختم کر دیے اور اپنے اپنے ملک واپس آ گئے۔ پانچوں براعظموں کے متعدد ملکوں نے سیکورٹی کے غیر معمولی انتظامات پر کاربند ہونے کا اعلان کر دیا۔

فلسطینی اتھارٹی کے سربراہ مسٹر یاسر عرفات نے بلاتاخیر امریکہ پر کیے گئے حملوں کی مذمت کی اور بوش نیز امریکی عوام کے ساتھ اظہار یک جہتی و ہمدردی کیا۔ دمشق، تہران اور فلسطین کی اسلامی جہادی تنظیم حماس (تحریکِ مزاحمتِ اسلامی) نے بھی مذمت کی۔ نیز سعودی عرب نے اس واقعے کی مذمت کے ساتھ بوش اور مہلوکین کے خاندانوں سے اظہار تعزیت کی۔

کابل میں ''طالبان'' تحریک کے ترجمان نے اپنے بیان میں کہا کہ ان کی تحریک امریکہ پر کی گئی تینوں کارروائیوں میں کسی بھی شکل میں ذمے دار نہیں ہے۔ ملا عبدالحی مطمئن نے قندھار میں ''رائٹرس'' کو بتایا کہ امریکا میں جو کچھ ہوا، وہ عام آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس طرح کی کارروائی حکومتیں ہیں انجام دے سکتی ہیں۔ بن لادن کیلئے یا ہمارے لیے ایسا کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ہم دہشت گردی کی حمایت نہیں کرتے۔ اسامہ اتنی بڑی کارروائی کی صلاحیت اور وسائل نہیں رکھتے۔ ہم اس واقعے کی مذمت کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کارستانی امریکہ کے اندرونی دشمنوں یا اس کے بڑے قدر آور مد مقابل طالع آزما لوگوں کی ہو۔ ہم بن لادن کو دنیا کے کسی ملک کے خلاف کسی طرح کی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

دوسری طرف خود بن لادن نے، امریکہ کے واقعے میں کسی شکل میں اپنے ملوث ہونے کو، سختی سے مسترد کرتے ہوئے کہا کہ لیکن جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے اس نے اچھا ہی کیا ہے اور میں اس کو مبارک باد دیتا ہوں۔ ظاہر ہے بن لادن کا یہ ردعمل ایک قدرتی امر تھا، اور یہ ہر اس آدمی کا ردعمل تھا اور ہوسکتا ہے، جس کو عربوں اور مسلمانوں کے خلاف اسرائیل کی بے جا اور بے انتہا حمایت اور تعاون کے حوالے سے امریکہ سے شدید غم وغصہ ہو۔

لیکن دنیا کی اکثر اسلامی جماعتوں، تنظیموں اور برادریوں نے امریکہ کے دھماکے کی اس لیے مذمت کی اور اظہارِ رنج والم کیا کہ اس میں بہت سی انسانی جانیں بلاقصور تلف ہوئیں۔

''عوامی محاذ برائے آزادی فلسطین'' نے بھی کسی بھی فلسطینی تنظیم کا اس واقعے میں ہاتھ ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ فلسطینی تنظیموں کی سرگرمیاں، ارض فلسطین ہی تک محدود ہیں، جو ان کے رویے اور طریقۂ کار سے عیاں ہے۔

جاپانی تنظیم ''سرخ لشکر'' واحد تنظیم تھی جس نے اس واقعے کی ذمے داری غلط یا صحیح طور پر قبول کی۔ اردن کے ایک اخبار سے رابطہ کر کے ایک نامعلوم شخص نے کہا کہ وہ ''سرخ لشکر'' تنظیم کا ترجمان ہے اور تنظیم نے ہی جاپان کے شہروں ''ہیروشیما'' اور ''ناگاساکی'' پر امریکی بم باریوں کے مہلوکین کے لیے انتقام کے طور پر یہ کارروائی کی ہے۔

امریکہ کے صدر ''بوش'' کا فوری ردعمل یہ تھا کہ یہ ایک دہشت گردانہ حملہ ہے، ہم حملہ آوروں کا پیچھا کریں گے اور اس بزدلانہ کارروائیوں کے ذمے داروں کو سزا دے کر رہیں گے۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے اپنے ردعمل کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''ہم اس واقعے کے ذمے داروں کو ضرور ڈھونڈ نکالیں گے اور انھیں عدالت کے حوالے کریں گے۔''

کون ہے ان ''غیر معمولی'' کارروائیوں کو انجام دینے والا؟

انسانی تاریخ کے اس غیر معمولی واقعے کے پیچھے کون ہے؟ ایک ایسا واقعہ جس نے دنیا کو مجسمۂ حیرت و استعجاب بنا دیا، بڑی بڑی طاقتیں تھرا اٹھیں، گھبرا گئیں، خوف نے ان کا سایے کی طرح پیچھا کیا، اندیشوں نے ان کی نیند اڑا دی، خطروں نے شب و روز کا چین چھین لیا۔ دنیا کے سب سے طاقت ور ملک کو اپنے گھر کے اندر غیرِ متوقع طور پر اپنی تاریخ کے سب سے بڑے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا، ایک ایسے عجیب و غریب ہتھیار کے وار کا، جو اس کے وہم و گمان سے ہر طرح دور اور بہت دور تھا، ایسا وار جو بھرپور تھا، تکلیف دہ تھا، رسوا کن تھا، ذلت آمیز تھا، جس سے اس کے اعصاب جواب دے گئے، اس کی طاقت کا بھرم جاتا رہا، اس کے وقار اور اس کی شہرت خاک میں جا ملی، اس کے کبر و غرور کا جنازہ نکل گیا؛ سائنسی ترقی، ٹکنالوجی کی برتری، زبردست اور ہیبت ناک عسکری طاقت، جو سارے عالم کے درمیان اس کے لیے سرمایۂ افتخار تھی، کی مٹی پلید ہوگئی۔ مغربی تہذیب و تمدن کی ''فتوحات'' جن پر اہلِ مشرق کی رال ٹپکتی ہے اور جن کے طاقت ور نمایندے کی حیثیت سے امریکہ کو بجا طور پر فخر رہا تھا، کچھ کام نہ دے سکیں۔ گلے گلے فسق و فجور میں ڈوبا ہوا امریکہ، فحاشی و بدکاری و بدکرداری کی نئی نئی فصلوں کا اگانے والا اور انسانیت دشمن سازشوں اور انسان دشمن پالیسیوں کی ''تخلیقات'' و ''مصنوعات'' کو پوری دنیا میں برآمد کرنے والا ملک اور کبر و غرور کی پونجی کا سب سے بڑا سرمایہ دار آج ''سرِ بازار'' رسوا تھا۔

کون تھا جس نے اقوام و ملل کی قسمتوں سے کھلواڑ کرنے والے اور پوری دنیا میں پولس مین، تنہا قاضی، اسکول کے ہیڈ ماسٹر، یونیورسٹی کے ریکٹر کا کردار ادا کرنے والے ملک کے صدر کو، امریکی ٹیلی ویژن پر اپنی قوم کو، واقعے کے بعد کے سب سے پہلے خطاب میں، گلوگیر آواز میں بولنے اور جذباتی لہجے میں گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا؟

اس سرکش، باغی، ظلم شعار، دہشت گرد نمبر ایک ملک کو سارے عالم میں انتہائی ذلت و خست کا لمحہ جینے اور اپنی زندگی کے مشکل ترین، نازک ترین اور جہنم نما گھڑیاں گزارنے پر کس نے مجبور کر دیا تھا؟

کون تھا جس نے سارے عالم کو ہلا کے رکھ دیا، اضطرابِ مسلسل سے دوچار کر دیا، آنسوؤں اور غم و الم کے بانٹنے کے پیہم عمل میں لگا دیا اور حیرت ناک تشویش سے دوچار کر دیا، جس کی دنیا کی زبانوں کی لغات میں موجود الفاظ کے ذریعے تعبیر و تشریح ممکن نہیں؟ کس نے دنیا کے واقعات کا رخ موڑ دیا، حالات کی میزان بدل دی، دوستی و دشمنی کے پیمانے اور رشتوں ناطوں کے طریقے بدل دیے؟ کس نے دیرینہ دوستیوں کو دشمنیوں کا روپ دے دیا اور دشمنیوں کو گہری اور مضبوط دوستیوں کی شکل دے دی؟ کس نے سارے عالم خصوصاً مغربی دنیا کو پرانے رویوں کو بدلنے اور نئے نئے نعروں سے اپنے حلق کی صفائی کرنے پر مجبور کر دیا؛ تا کہ انتقام لینے والے زبردست اللہ کی مزید ناراضگی کا سودا کرنے کی سمت میں مزید تیز گامی سے سفر کیا جاسکے اور عدل و انصاف، بے بس انسانیت اور مقدس قدروں کے تئیں مزید چیلنجوں کا اظہار کیا جاسکے اور بالآخر اسلام کو الزامات کے دائرے میں لا کھڑا کرنے اور مسلمانوں خصوصاً اسلام پسندوں کو، جاڑے کی برسات والی رات میں لاچار بکریوں، کتوں اور بھیڑیوں کے رگیدنے کی طرح رگیدنے کے لیے، مزید دسیسہ کاریوں، شیطانی ہتھکنڈوں کو کام میں لانے اور ہم رنگ زمین جال بچھانے کے لیے بہانہ بنایا جاسکے۔

اسلام اور مسلمانوں کی ہمہ وقت تاک میں لگے رہنے والے امریکہ اور مغربی ملکوں کو کس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ‘‘انسداد دہشت گردی’’ اور ‘‘دہشت گردوں کو اکھاڑ پھینکنے’’ کے عنوان سے کھلی دشمنی کا ایک نیا باب کھولنے کے لیے آمادہ کر دیا اور اس لائق بنا دیا کہ نام نہاد ‘‘اسلامی ملکوں’’ کو وہ یہ باور کرا سکیں کہ ان کی لڑائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ‘‘دہشت گردی’’ اور ‘‘دہشت گردوں’’ کے خلاف ہے؟۔

قیاس آرائیوں کی بہتات اور تجزیہ کاریوں و تاویلات کی کثرت

ان سوالوں کے جواب میں اب تک عالمی پیمانے پر جو کچھ کہا گیا، وہ محض اندازہ اور وہم و گمان کا درجہ رکھتا ہے۔ طرح طرح کی تاویلوں، تجزیوں، تبصروں کے سیلِ بے پناہ کے باوجود سچائی تک پہنچنے کی کوئی امید پیدا نہیں ہوئی۔ عالمی ذرائع ابلاغ نے تحریروں، تقریروں اور متضاد افکار و خیالات کا ایسا بھرپور اور دل چسپ منظر ماضی کے کسی واقعے کے سلسلے میں کبھی نہ دیکھا ہوگا؟ لیکن جیسا کہ مشرقی ذرائع ابلاغ کی عادت ہے وہ مغربی ذرائع ابلاغ کا مقلدِ محض ہے، وہ فرماں بردار شاگرد کی طرح اس کی تلقین کردہ باتوں کو من و عن دہراتا رہتا ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ پر صہیونیوں کا کنٹرول ہے، انکے چیلے مسیحی ہیں، جن کی پیروی صنم پرست اور سارا عالم کرتا ہے، جس میں عربی اور اسلامی دنیا بھی شامل ہے۔

جیسا کہ کہا گیا امریکہ کے ۱۱؍ستمبر کے واقعات کے سلسلے میں طرح طرح کے قابلِ غور اور لائقِ تحقیق احتمالات موجود تھے؛ لیکن مغربی میڈیا نے ‘‘اسلامی دہشت گردی’’ ‘‘اسلامی بنیاد پرستی’’ اور ‘‘اسلامی خطرے’’ پر زور ڈالنے کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔ اور اس کے باوصف کہ اسلامی اداروں اور تنظیموں نے اس واقعے سے اپنے دامن کے

ملوث ہونے کی مکمل نفی کی اور اس نے بلند آہنگی سے اعلان کیا کہ ان دھماکوں میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور اتنی بڑی کارروائی کے لیے جن زبردست وسائل کی ضرورت ہوئی ہوگی وہ ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ امریکی حکام کے ساتھ بڑے اور دراز پیمانے پر تال میل کے بغیر، طیارے کو مہارت کے ساتھ ٹکرادینے کی یہ کارروائی جس سے سارا عالم ہنوز محوِ حیرت ہے، انجام نہیں دی جاسکتی تھی۔

لیکن اسکے باوجود امریکہ نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت، مسلمانوں کو الزام کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس نے متعدد ملکوں، افراد اور متعین تنظیموں کو ملزم قرار دے دیا، جن میں سرِفہرست افغانستان، اس کے حکمراں طالبان اور ان کے مہمان اسامہ بن لادن اور ان کی تنظیم ''القاعدہ'' ہے۔ یعنی ان سارے ممالک افراد اور جماعتوں کو ملزم گردانا گیا جو اسلام اور مسلم ملکوں کے تئیں امریکہ اور صہیونیوں کی پالیسی پر غم و غصے کا اظہار کرتے رہے تھے۔

حالاں کہ مبصرین کا خیال ہے کہ ان کارروائیوں کو جس پختگی اور سلیقے اور غیر معمولی پلاننگ کے ساتھ انجام دیا گیا، اور جس کے پیش نظر عالمی ٹیلی ویژن پر واقعات کے تسلسل کا مطالعہ کرنے والے اب تک ہکا بکا ہیں، یہ ان طاقتوں اور تنظیموں کے بس کی بات نہیں، جنھیں اس سلسلے میں الزام دیا جارہا ہے۔ مبصرین کو یقین ہے کہ ان دھماکوں میں امریکہ کی سیکورٹی کے محکموں کا تعاون بالضرور شامل رہا ہوگا اور یہ کہ یہ طیارے اپنے اہداف پر جس طرح ٹھیک ٹھیک پہنچے، یہ تب ہی ممکن ہوا ہوگا، جب زمینی راڈار سسٹم کی ٹیکنیک، اس کو ناکارہ کردینے کے طریقے کی جان کاری اور اس کے زمینی اسٹیشن کا تعاون حاصل کرلیا گیا ہوگا۔ یہ غیر معمولی عمل وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کے پاس ٹیکنیکل وسائل اور اندرونی تعاون کی وہ مقدار حاصل ہو، جس کے بعد وہ بہ یک وقت چار طیاروں کو قریب اوقات میں، زمینی اور فضائی نگہ داشت کے نظام پر قابو پاکر، اپنے نشانوں پر لے جاسکتا ہو۔

ماہرین اور مبصرین کو بڑی حد تک یقین ہے کہ کارروائی کنندہ عرب اور مسلمان نہیں ہوسکتے؛ بلکہ متعدد قرائن کی وجہ سے اس کارروائی میں اسرائیلی خفیہ ادارے ''موساد'' کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جب کہ دیگر قرائن کی روشنی میں اندرون امریکہ کے مسیحی اور یہودی اداروں کے ہاتھ ہونے کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اندرون امریکہ سو سے زیادہ انتہا پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں جن سے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ افراد وابستہ ہیں۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ منگل کے حادثے نے جس میں جدید ترین طیاروں کو استعمال کیا گیا، متعین اہداف کی پختہ جان کاری کے بعد وقوع پذیر کیا گیا اور اہداف کو نشانہ بنانے اور انھیں تباہ کرنے کی بے انتہا صلاحیت کے ساتھ انجام دیا گیا؛ دنیا کو ایک ایسا پیغام دیا ہے جس سے سفید فام امریکیوں کی دہشت گرد اور تشدد پسند تنظیموں کے دل کی خلش پر از سر نو واضح روشنی پڑتی ہے، جس کی سرپرستی، دیو قامت ''ہولیووڈ'' کا ادارہ کرتا ہے۔ امریکہ میں ''آرین قوموں'' کی برتری کی علم بردار تنظیم سے وابستہ دو انتہاپسندوں کو ۱۹۹۸ء میں گرفتار کرلیا گیا تھا، جو میٹرو ریلوے میں دہشت گردانہ کارروائی کا پلان بنارہے تھے۔ اسی طرح ۱۹۹۳ء میں ''ایف بی آئی'' والوں نے ''کوکلاس کلاین'' اور ''آرین قوموں'' نامی

تنظیموں سے وابستہ ''انتہا پسند سر منڈھے ہوئے کمانڈوز'' کو پکڑ لیا تھا۔ یہ آٹھوں افراد سیاہ فام عیسائیوں کے کسی گرجا گھر اور ایک سیاہ فام نوجوان ''روڈی کینگ'' کو قتل کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے جا رہے تھے۔ اسی نوجوان پر ''لوس انجلس'' شہر میں سفید فام پولس والوں کی طرف سے ۱۹۹۲ء میں بھی ظلم و تشدد ہوا تھا، جس کی وجہ سے سیاہ فاموں نے بڑے پیمانے پر فساد برپا کیا تھا۔

امریکی معاشرے کی ظاہری سیکولر سطح کے باوجود، اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ۲۶۰ ملین والے امریکا میں کم از کم ۲۰۰ ملین افراد متضاد اور عجیب و غریب عقیدوں اور افکار و خیالات کے حامل ہیں۔ یہ لوگ اپنے عقیدوں پر مضبوطی سے نہ صرف قائم ہیں، بلکہ انھیں برپا کرنے کے لیے سنجیدہ، پیہم اور ٹھوس سطح پر سرگرم عمل ہیں۔

اپریل ۱۹۹۵ء میں ''اوکلاہوما سیٹی'' میں ''فیڈرل بلڈنگ'' میں امریکی انتہا پسند، زبردست دھماکہ کر چکے ہیں، جس کے نتیجے میں ۱۸۶ افراد کی جان گئی اور ۴۰۰ افراد بری طرح زخمی ہوئے جن میں سے بہت سے بعد میں مر گئے۔ یہ دھماکہ ''ٹیموتھی ماکفی'' نام کے ایک شخص نے کیا تھا، جس کو تحقیق اور ملزم قرار دیے جانے کے عمل سے گزارنے کے بعد پھانسی دے دی گئی تھی۔ لیکن امریکی اور مغربی میڈیا نے، دھماکے کے فوراً بعد، اپنی عادت کے مطابق، زور و شور سے اس کی ذمے داری عربوں اور مسلمانوں پر ڈالنی شروع کر دی تھی۔

رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ میں اس وقت ۲۷۴ نسل پرست اور تشدد پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ ''کوکلاس کلاین'' ان تنظیموں میں سرفہرست شمار کی جاتی ہے۔ یہ امریکا میں سفید فاموں کی برتری کے لیے سرگرم کار ہے اور شدید نسل پرستانہ خیالات کا بیج بونے کے لیے ہر طرح کے طریقے پر عمل پیرا رہی ہے۔ ''ملیشیا میچی ون'' بھی انتہائی خطرناک تنظیم ہے، جو امریکی حکومتوں کے ڈکٹیر اور آمرانہ حکومتیں ہونے کا عقیدہ رکھتی ہے۔ (۱)

لائق ذکر ہے کہ ۱۹۶۵ء میں امریکی صدر ''ابراہام لنکون''، ۱۹۶۳ء میں صدرِ امریکہ ''جون کنیڈی''، ۱۹۶۵ء میں ''اسلامی امت'' کے سربراہ ''میلکولم ایکس'' اور ۱۹۶۸ء میں شہری حقوق کے علم بردار سیاہ فام امریکی لیڈر ''مارٹن لوتھ کینگ'' کا قتل امریکیوں نے ہی کیا تھا؛ حالاں کہ مغربی میڈیا نے اس وقت ''کنیڈی'' کے قتل کے لیے ''سرحان بشارہ'' نام کے عربی مسلمان کو بہت زیادہ شہرت دی تھی، جب کہ تحقیق سے پتہ چلا کہ ان کا قتل ''نازی'' رجحان کے امریکی ''لی ہارفی از ویلڈ'' نے کیا تھا۔

فیڈرل تحقیقی آفس (ایف بی آئی) کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۳ء کے مابین امریکہ میں ۳۲ مسلح حملوں کے ذریعے متعدد سرکاری عمارتوں کو نشانہ بنایا گیا، جب کہ اسی عرصے میں امریکی انتہا پسندوں نے تربیتی اور تعلیمی اداروں کے خلاف ۲۸ مسلح حملے کیے۔ سیکورٹی کے محکمہ کی ایک رپورٹ بتاتی ہے کہ صرف ۱۹۹۳ء کے دوران دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے امریکہ کو ۵۲ کروڑ دس لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا اور ۱۴۴۵ افراد لقمۂ اجل ہوئے یا زخمی ہوئے۔ (۲)

۱۱ر ستمبر کے واقعات کے سلسلے میں صیہونی کردار کے حوالے سے گہرے شبہات

عربی اور غیر ملکی سفارتی ذرائع نے ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے حوالے سے اسرائیلی کردار پر زبردست شبہات ظاہر کیے ہیں۔ لبنان کے ''المنار'' فضائی چینل نے انکشاف کیا ہے کہ عالمی تجارتی مرکز سے واقعات والے دن ۴۰۰۰ (چار ہزار) امریکی غائب رہے۔ یہ یہودی وہاں کام کرتے تھے؛ لیکن اس دن کام پر نہیں گئے۔ چینل نے کہا ہے کہ ان کی اس روز غیر حاضری اسرائیلی سرکار کے اشارے سے عمل میں آئی تھی؛ اسی لیے امریکی اہل کاروں کو شبہ ہے (ہر چند کہ انھوں نے کسی ''خاص مقصد'' کے تحت ان شبہات کو عام کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی؛ بلکہ ان کے اِخفا کی کوشش کی) کہ اسرائیلی حکومت کے افسران کو پہلے سے ان حملوں کا علم تھا، لیکن انھوں نے کسی سبب سے امریکی سرکار کو اس کی اطلاع دینی مناسب نہیں سمجھا۔ دوشنبہ ۱۷/۹/۲۰۰۱ء کو عمان سے شائع ہونے والے عربی اخبار ''الوطن'' نے کہا ہے کہ حملے کے بعد نیویارک سے جاری کردہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکز میں کام کرنے والے اسرائیلیوں میں سے کوئی بھی زخمی تک نہیں ہوا۔

اسرائیل کے عبرانی زبان کے اخبار ''ہآرتس'' نے اپنے ۱۸/۹/۲۰۰۱ء سہ شنبہ کے شمارے میں انکشاف کیا تھا کہ نیویارک کے اسرائیلی قونصل خانے کو ''ایف بی آئی'' کی طرف سے وصول شدہ معلومات مظہر ہیں کہ ''نیوجرسی'' شہر میں، دھماکے میں ملوث ہونے کے شبہے میں پانچ اسرائیلیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

یہودیوں کی نفسیات، عالمی صہیونیت کی پلاننگ اور برادرانِ خنازیر کی سازشوں سے واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ ''تہذیبوں کے ٹکراؤ''، زمین پر فساد برپا کرنے، انسانوں کو روحانی اور مادی نقصانات سے دوچار کرنے اور اپنے ہر مخالف کو صرف اپنا ہی نہیں ساری انسانیت کا دشمن باور کرانے کے لیے، ہمہ وقت توڑ جوڑ کی پالیسی پر عمل پیرا رہنا ہی، ان کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ ان واقف کاروں کے لیے یہ یقین کرنا مشکل نہ ہوگا کہ ۱۱ر ستمبر جیسے طویل مرحلے سے گزرے ہوئے، سوچے ہوئے اور غیر معمولی پختہ کاری سے انجام دیے گئے حملے یہودیوں اور ان کی خفیہ تنظیم ''موساد'' کے لیے کس قدر آسان اور بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

امریکہ کے سابق صدر ''بنجامین فرنکلین'' یہودیوں کی ناپاک سرشت اور بدباطنی سے، بعد کے تمام صدور کی بہ نسبت زیادہ واقف تھے۔ امریکہ میں آبسنے والے یہودیوں کی وجہ سے امریکہ کو لاحق ہونے والے خطرات، نقصانات اور اندیشوں کا بھی انھیں بخوبی اِدراک تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہودی آئندہ چل کر امریکہ کی سرزمین کو، زمین میں شرارت مچانے اور اطرافِ عالم میں دہشت گردی وفساد کو برآمد (ایکسپورٹ Export) کرنے کے لیے بالضرور استعمال کریں گے۔

اسی لیے ''فرنکلین'' نے ۱۷۸۹ء میں ریاست ہائے متحدہ کے آئین کے وضع کرنے کے وقت، قوم کے نام اپنے خطاب میں اپنی قوم اور اربابِ حکومت کو ان الفاظ میں متنبہ کیا تھا:

’’ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ایک عظیم خطرہ درپیش ہے، یہ عظیم خطرہ یہودیوں کا خطرہ ہے۔ حضرات! یہودی جہاں بھی گئے، اخلاقی معیار کا ستیاناس کیا، تجارتی عہد و پیمان کا کباڑا کیا۔ ہنوز یہودی الگ تھلگ رہتے ہیں وہ دوسروں میں گھل مل نہیں پاتے۔ وہ ظلم و جور میں یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ معاصر اقوام کا گلا دبا رہے ہیں، یہودی اپنی بدنصیبی پر رو رہے ہیں کہ آباؤ اجداد کے وطن سے دھتکار دیے گئے؛ لیکن حضرات! اگر انھیں آج فلسطین دلا دیا جائے تو وہ وہاں واپس جانے کو تیار نہ ہوں گے؛ کیوں کہ یہ ایک دوسرے کے سہارے جینے کے عادی ہیں۔ یہودی عیسائیوں اور ان لوگوں کے درمیان رہنا ناگزیر سمجھتے ہیں جن سے ان کا نسلی تعلق نہیں...

’’اگر انھیں ریاست ہائے متحدہ کے دستور کی رو سے یہاں سے راندہ نہیں کیا گیا، تو آئندہ سو سال کے دوران، ان کا سیلاب ریاست ہائے متحدہ میں اتنا امڈ آئے گا کہ وہ ہماری قوم کے حکمراں بن بیٹھیں گے اور اسے تباہ و برباد کر دیں گے اور اس حکم رانی کی شکل و صورت کو بدل ڈالیں گے جسکے لیے ہم نے اپنا لہو صرف کیا ہے اور ہم نے اپنی جان و مال اور اپنی انفرادی آزادی کو قربان کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دو سو برس بھی نہ گزریں گے کہ ہمارے (احفاد) پوتوں کا انجام یہ ہوگا کہ یہودیوں کو کھلانے کیلئے وہ کھیتوں میں کام کرینگے، جب کہ یہود بھرے پرے گھروں میں داد عیش دیں گے اور مارے خوشی کے ہاتھوں اچھلیں گے۔

’’حضرات! میں آپ لوگوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اگر آپ نے یہودیوں کو مکمل طور پر دیش نکالا نہیں دیا، تو آپ لوگوں کی اولاد و احفاد آپ پر قبروں میں مدفون ہونے کی حالت میں لعنت بھیجیں گے... یہودی خواہ دس نسلوں تک ہمارے درمیان رہیں، وہ ہماری اعلیٰ قدروں کو ہرگز نہیں اپنائیں گے؛ اس لیے کہ تیندوا اپنی سیاہ سفید کھال کو نہیں بدل سکتا۔ بلاشبہ یہودی اس ملک کے لیے خطرہ ہیں، اگر انھیں آزادی سے یہاں آنے دیا گیا۔ یہ ہمارے اداروں کو ملیا میٹ کر دیں گے؛ لہٰذا دستور کی تصریحات کے مطابق انھیں یہاں سے بھگا دیا جانا چاہیے۔‘‘(۳)

یہ ذہانت پر مبنی دستاویز اس بات کی طاقت ور ترین دلیل ہے کہ امریکہ کی ۱۱ر ستمبر کی کارروائی صہیونیوں کا کارنامہ ہو سکتی ہے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ واقعے کے بعد سے ہی عالمی صہیونیت اور یہودی لابی کی طرف سے مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے عربوں اور مسلمانوں کو ملزم قرار دیے جانے کی پرزور سفارش کی جاتی رہی ہے۔ جس کا مقصد اپنے آپ کو اس الزام سے بری کرنا اور امریکی ’’تحقیق‘‘ کاروں کی توجہ کو یہودیوں کی طرف تحقیق کا رخ موڑنے سے باز رکھنا ہے؛ چناں چہ عبرانی زبان کے ’’بدیعوت احرنوت‘‘ اسرائیلی اخبار نے ۱۲/۹/۲۰۰۱ء کے شمارے میں کہا کہ ’’امریکہ کو، کل اسلامی بنیاد پرستی کی شکل میں اپنے حقیقی دشمن سے سامنے ہوا ہے، جس کا نصب العین ریاست ہائے متحدہ کو نیست و نابود کرنا ہے، کیوں کہ امریکہ اس کی نگاہ میں مذہبی آزادی اور جمہوریت پر قائم نظام حیات کا نمائندہ ہے۔‘‘

مسلمانوں خصوصاً فلسطینی عربوں کے خلاف دنیا والوں کو برانگیختہ کرتے ہوئے اخبار نے لکھا ہے کہ ’’یہ واقعہ ایک ایسے وقت میں پیش آیا ہے، جب کہ اسرائیل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کو بھی اسی قسم کے دشمن سے سابقہ ہے، جو

اسلامی تحریکات کی شکل میں پایا جاتا ہے، جن کا مقصد اس علاقے سے صہیونی وجود کا قلع قمع کرنا ہے۔''

صہیونی میڈیا نے تمام حدود کو پار کرتے ہوئے خود مذہبِ اسلام کے خلاف، انتہائی اشتعال انگیزی سے کام لیا اور اسلام کو سارے عالم میں تشدد اور دہشت گردی کا سرچشمہ قرار دیا۔ عبرانی زبان کے ''ہارتس'' اخبار نے کہا کہ نیویارک اور واشنگٹن کے دھماکوں نے دو بالمقابل کیمپوں کی صف بندی کو نمایاں کر دیا ہے: اچھے انسانوں کے تہذیبی کیمپ اور شریر لوگوں کے غیر تہذیبی کیمپ کی صف بندی کو۔ اخبار نے بے انتہا شریروں اور بے انتہا نیکوں کے مابین ثقافتی جنگ لڑنے کی دعوت دی۔ اسرائیل کے ''معاریف'' اخبار نے لکھا کہ امریکہ کے حالیہ دھماکوں سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ جنگ دو ایسی عالمی ثقافتوں کے مابین ہے، جن کے درمیان دور دور تک کوئی قدرِ مشترک نہیں، یعنی مغربی دنیا کی ثقافت اور اسلامی بنیاد پرستوں کی اخلاقی بنیادوں کی ثقافت کے مابین۔ اسرائیل کے دوسرے اخبار ''جیروزالم پوسٹ'' نے کھلے الفاظ میں امریکہ کو اسلام سے ٹکرانے کی اس طرح دعوت دی:

''اگر ریاست ہائے متحدہ نے ہوش کے ناخن نہیں لیے اور تعصب پسند اسلام اور عالمی دہشت گردی کے خلاف فی الفور جنگ نہیں چھیڑی، تو اسے انتہائی اور خطرناک اقدامات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مغربی تہذیب کو ہنوز اس کا ادراک نہیں کہ اس کی بقا خطرے میں ہے اور اگر اس نے ناگزیر فریضہ انجام نہیں دیا اور وہ کچھ نہیں کیا جو اسے کرنا چاہیے، تو صفحۂ ہستی سے اُسے مٹا دیا جائیگا۔''

اسرائیلی خفیہ تنظیم ''موساد'' کے سابق صدر نے دھماکوں کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

''یہ آزاد دنیا کے خلاف جنگ ہے، ہم سال ہا سال سے اسلامی بنیاد پرستی کے خطرے سے خبردار کرتے رہے ہیں۔''

صہیونی اہلِ قلم، اسلام اور مسلمانوں کو بدترین القاب سے نوازنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کسی نے مسلمانوں کو ''نئے قسم کے بربری'' کہا، کسی نے ''مذہبی کٹر پرست'' کسی نے ''جنونی انتہا پسند''، کسی نے ''عالم کے لیے نمبر ایک خطرہ''، کسی نے ''سب سے بڑا دشمن'' اور ''خطرناک بھوت'' کہا۔ حتیٰ کہ ''معاریف'' اخبار کے ایک صہیونی مضمون نگار نے انتہائی زہریلے اور تلخ اسلوب میں یہ تک کہہ ڈالا کہ:

''اسلام نے لاکھوں بوتلوں میں خوف ناک بھوت پیدا کر کے داخل کر دیے ہیں، جنھیں ہزاروں مسجدوں میں رکھ دیے ہیں۔ اکنافِ عالم میں آخری سالوں میں جو دہشت گردانہ کارروائیاں دیکھنے کو ملیں، ان میں سے اکثر کا ایک ہی رخ تھا یعنی ان کا رخ اسلامی علاقے سے یہودی مسیحی علاقے کی طرف تھا۔''

''آج محمد کے پاس ایک ارب مسلمان ہیں، جو دنیا کے ہر چھ میں سے ایک ہیں؛ لیکن اِس مذہب کے سرگرم وجود کے لیے ہنوز تشدد کو شرعی وسیلہ سمجھا جاتا ہے، وہ مذہب جس نے اپنے جھنڈے پر کرۂ ارض کو ''امت واحدہ'' میں تبدیل کرنے کا نعرہ نقش کر رکھا ہے۔ یہ لوگ مکہ کو اپنا قبلہ مانتے ہیں۔ اس حقیقت کو ہر بچہ غزہ (فلسطین) میں اور ''کابل'' (افغانستان) میں اپنی پیدائش کے وقت سے ہی اپنی ماں کے دودھ کے ساتھ نوش کرتا ہے۔''

نیز صہیونی خفیہ سروسز نے چھوٹتے ہی عربی ملکوں کو دھماکوں کا الزام دیا، چناں چہ اسرائیل کے ’’معاریف‘‘ اخبار نے چہارشنبہ ۱۲/ ۹/ ۲۰۰۱ء کو یعنی واقعے کے صرف ایک دن بعد اُن صہیونی ذرائع کا یہ بیان نقل کیا کہ اتنا بڑا واقعہ کسی ملک کے تعاون کے بغیر انجام نہیں دیا جاسکتا۔ اس نے اس پس منظر میں عراق اور ایران کا نام لیا۔

کیا یہ طیارے اغوا ہوئے تھے؟

امریکہ میں چوں کہ صہیونیوں کی طاقت مرعوب کن ہے اور وہ امریکی اقتصادیات اور ذرائع ابلاغ پر قابض ہیں، اسلیئے بہت سے مبصرین نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگن سے ٹکرانے والے طیاروں کو ’’اغوا کردہ طیارے‘‘ ماننے سے انکار کردیا ہے۔ انکا کہنا ہے کہ بھاری بھرکم طیارے جنھیں بے حد سرعت کیساتھ انتہائی نیچائی پر پرواز کرایا گیا، اور ٹھیک ٹھیک نشانوں سے ٹکرادیا گیا، یہ کام عام ہوابازوں کے بس کی بات نہیں ہوسکتا۔ اس طرح کا ہر اعتبار سے غیر معمولی کام اعلیٰ درجے کے ماہرین کرسکتے ہیں، جو طیارہ سازوں کی سطح کے بھی ہوسکتے ہیں اور جنھیں طیاروں پر کمپیوٹروں کے ذریعے کنٹرول کے سسٹموں سے کھلواڑ کرنے کی، اس درجہ صلاحیت ہو کہ وہ پوری نزاکت کیساتھ ہوائی جہازوں کو اہداف کی سمت میں موڑ سکتے ہوں؛ لہٰذا یہ سارا کچھ تب ممکن ہوسکتا ہے جب ریاست ہائے متحدہ کے باشندے ہی اسے انجام دیں، جو یہودی صہیونی بھی ہوسکتے ہیں جو ایک طرف سارے عالم پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور دوسری طرف تہذیبوں خصوصاً اسلام اور مسیحیت کے مابین خون ریز تصادم کو ہوا دینے کا خواب مسلسل دیکھتے رہتے ہیں۔

اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اہداف سے ٹکرانے والے طیارے، امریکہ کی اندرونی پرواز پر تھے، اہداف کی طرف انھیں براہ راست اور ٹھوس طریقے سے لے جایا گیا، واقعے کے بعد طیاروں کے ’’کھو جانے‘‘ کا اعلان کیا گیا، طیاروں کے ’’اغوا کرلیے جانے‘‘ کا اعلان نہیں کیا گیا۔ اگر طیارے اغوا کرلیے جاتے تو متعلقہ حکام کے پاس اس کی معلومات ضرور ہوتی، یہ معلومات ہر طیارے کے ہواباز سے رابطے کے ذریعے حاصل کی جاسکتی تھیں۔ یہ رابطہ بذریعہ آواز، یا بذریعہ الیکٹرانک سہولت کیا جاسکتا تھا۔ اس رابطے کا موقع نہ ملنے کی صورت میں، خود طیارے میں متعدد رابطے کی سہولتیں موجود ہوتی ہیں، جنھیں کام میں لایا جاسکتا تھا اور یہ کام کوئی شخص بھی کرسکتا تھا، خواہ وہ اسٹاف کا آدمی ہو یا عام مسافر۔ سب سے آسان ذریعۂ ربط کومن فون ہے، جو ہر طیارے میں ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ کہ قریب قریب وقت میں کئی ایک طیاروں کے ’’اِغوا‘‘ کے عمل کا وقوع پذیر ہونا تقریباً محال ہے، خصوصاً ایسے ملک میں جو سات آسمانوں کی بلندی سے زمین پر سوئی گر جانے کی آواز کے سن لینے کا دعویٰ کرتا ہے؛ اس لیے اغوا کی کسی ایک کارروائی کو ناکام ہوجانا تھا اور نتیجتاً سارے منصوبے کا پردہ فاش ہوجانا چاہیے تھا۔ بفرض محال، اگر طیاروں کا اغوا مختلف الاقسام طیاروں کو اڑانے کی مکمل جان کاری رکھنے والے ماہر ہوابازوں کے ذریعے ہوا تھا جو طیاروں اور ان کے عملے کے افراد پر مکمل طور پر قابو پانے اور طیاروں کے رابطے کے تمام ذرائع کو منقطع کرنے میں کام یاب ہوگئے، تو بھی یہ بات ضروری ہے کہ ہوابازوں کو متعینہ پوائنٹ کی طرف موڑنے اور پوائنٹ کے کورڈینٹس Coordinates

اور کارروائی کی کام یابی کی متوقع جگہوں کا بخوبی علم یقینا تھا اور اس طرح کی پختہ جان کاری کا حصول غیر امریکیوں کے لیے ناممکن ہے؛ بلکہ عام امریکیوں کے لیے بھی ممکن نہیں، وہی امریکی اس طرح کی معلومات سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں جو فضائی اور پرواز کے میدان کے ہوں یا جن کا تعلق اِس کارروائی کے ذریعے حاصل کردہ اہداف سے رہا ہو۔

بہرصورت اس پوری تفصیل سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ۱۱ر ستمبر کی کارروائی یا تو امریکی صہیونیوں نے انجام دیا ہوگا، یا ان امریکیوں نے جو کسی نہ کسی وجہ سے امریکی حکومت سے حد درجہ ناراض ہیں، یا جنھوں نے، مادی سیاسی یا اقتصادی مفادات کی بنیاد پر، براہ راست یا بالواسطہ طور پر جاپانیوں سے تال میل کیا ہوگا، جنھوں نے ''ہیروشیما'' اور ''ناگاساکی'' پر امریکہ کے ذریعے کیے گئے نیوکلیائی بم باری میں ڈھائی لاکھ شہریوں سے ہاتھ دھولیا تھا؛ یا ان ویتنامیوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کیا ہوگا جنھوں نے ''ویتنام'' کی بم باری میں لاکھوں ہم وطنوں کو لقمۂ اجل ہوتے ہوئے دیکھا تھا؛ یا ان کے علاوہ دیگر بہت سارے لوگ جو برابر ساری دنیا میں کھلی ہوئی امریکی جارحیت کا مزہ چکھتے رہے اور چکھ رہے ہیں اور سرکاری اور غیر سرکاری سطح کے امریکیوں کی اعلیٰ سطح کی برادری سے کلوشن (Collusion) کرنے کی صلاحیت کے ذریعے ''خرق عادت'' کارروائی کے انجام دینے کی مہارت رکھتے ہیں۔ ایک ایسی کارروائی کہ جو انسانی تاریخ میں صدیوں کے واقعات کے درمیان بے نظیر تھی۔

ماہرین اور مبصرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ چوں کہ ''موساد'' اپنی سازشوں، دہشت گردیوں، تخریب کاریوں اور مفسدہ پردازیوں میں جدید ترین مہارتوں کی حامل ہے؛ اسلیے، نیز اِسلیے کہ امریکہ میں یہودی بہت بڑی اقلیت ہیں اور عسکری، اقتصادی، ابلاغی، انتظامی اور تشریعی زمروں میں زبردست اثر و رسوخ رکھتے ہیں؛ لہٰذا انکے پاس نیویارک اور واشنگٹن کی فضاؤں، وہاں کی عمارتوں، ان کی کم زوری اور توانائی کی جگہوں سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقفیت ہوسکتی ہے اور وہ اپنے دوررس اور مشکوک مقاصد کے حصول کیلئے اس طرح کی کارروائی کو انجام دینے کے زیادہ اہل ہیں۔

متعدد احتمالات سے امریکی انتظامیہ کی بالقصد چشم پوشی

خلاصہ یہ کہ ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے اصل مرتکبین کے سلسلے میں طرح طرح کے احتمالات موجود تھے؛ لیکن امریکی انتظامیہ نے بالارادہ سارے احتمالات سے چشم پوشی کرتے ہوئے، صرف عربوں اور اور مسلمانوں کو ''مجرم'' شمار کرنے پر سارا زور صرف کرنا شروع کیا۔ اس کے لیے اس نے تحقیق، تفتیش، تلاش اور پوچھ تاچھ کا ایک ٹھوس کرداروں والا ڈراما رچایا، جس کی بنیاد محض ''دستاویزات'' کے گڑھنے اور جھوٹے شواہد پیدا کرنے پر رکھی گئی، جس سے ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے متعصبانہ اور دشمنانہ عزائم کا پردہ فاش ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے تاکہ انتہائی بڑے پیمانے پر، امریکہ اور مغربی صلیبی صیہونی طاقتوں کے لیے، اسلامی طاقتوں پر ضرب لگانا اور قلع قمع کرنا آسان ہو اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے بہانے اسلام کے خلاف بھرپور اور عمومی جنگ چھیڑی جاسکے۔

اس پس منظر میں امریکہ کے صدر ''جورج ڈبلیو بوش'' کا ۱۶ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو یعنی واقعے کے چار روز بعد یہ کہنا

کہ ''ان کا ملک ایک زبردست صلیبی جنگ کے لیے تیار ہے'' ''سبقت لسانی'' یا ''اتفاقی غلطی'' قرار نہیں دیا جاسکتا۔ خصوصاً اس لیے کہ ہرچند کہ مغربی میڈیا نے امریکی صدر کے اِس واضح قول کی مختلف تعبیریں کی اور تاویلیں ڈھونڈی ہیں؛ لیکن صہیونی ملک کو بے انتہا مدد دینے والے سب سے بڑے صلیبی ملک کے اس صلیبی سربراہ نے ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو میرے ان سطروں کے لکھنے کے وقت تک، اپنی زبان سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا ہے، جس کو صراحتہً یا کنایتہً ''اظہار معذرت'' کا معنی پہنایا جاسکے اور یہ کہا جاسکے کہ واقعتاً اس کا وہ مقصد نہیں تھا، جو الفاظ سے مترشح ہوتا ہے۔ کائنات کے خالق اور اپنے بندوں کے لیے محض دین اسلام کو پسند کرنے والے، آخری کتاب قرآن پاک کے نازل کنندہ، خدائے واحد نے، اپنی آخری کتاب میں کتنی سچی بات کہ دی ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ (آل عمران/۱۱۸)

(نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے انکے جی میں، وہ اس سے بہت زیادہ ہے)

اسی طرح مغربی تہذیب کے ایک نمائندے اور اسلام دشمن طاقتوں میں سے ایک ملک، یعنی اٹلی کی حکومت کے صدر ''سلیفیو برلوسکونی'' کا چہارشنبہ ۲۶/ستمبر ۲۰۰۱ء کو یہ کہنا کہ ''مغربی تہذیب اسلام سے برتر ہے'' سبقت لسانی یا کسی غلطی کا نتیجہ نہ تھا؛ بلکہ یہ دل میں پوشیدہ ''سچائی'' کا ''سچا'' اظہار تھا۔ اٹلی کے صدر کا یہ بیان ایک پریس کانفرنس میں سامنے آیا، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ۱۱/ستمبر کی ظالمانہ کارروائیوں کا نشانہ، صرف ریاست ہائے متحدہ ہی نہیں؛ بلکہ رواداری کا وہ کلچر تھا، جو انسانی حقوق اور جمہوری بنیادوں کو محیط ہے، جن پر ہمیں فخر ہے، ہماری تہذیب نے اپنی برتری ثابت کی ہے۔

اٹلی کے صدر نے ہرچند کہ بعد میں اس سلسلے میں اظہارِ معذرت کیا تھا؛ لیکن مذکورہ بالا الفاظ درحقیقت اسکے دل کی اور مغربی تہذیب کے نمائندوں اور صلیبی صہیونی طاقتوں کے ضمیر کی آواز تھی، جو زبان پر ابل پڑی اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے، وہ اس سے زیادہ تلخ اور شرارت انگیز ہے۔

امریکہ کے حالیہ رویے کے سلسلے میں ساری دنیا کے مسلمانوں کی رائے

ہم مسلمانوں کو (خواہ ہم کہیں کے رہنے والے ہوں) پوری طرح یقین ہے کہ امریکہ اس وقت اپنے دور رس مقاصد کے حصول کیلئے عزم کیے ہوئے ہے۔ اسکے مقاصد اجمالاً یہ ہیں:

اولاً اسلامی طاقتوں پر ضرب لگانا، اسلامی بیداری کی لہر کو مکمل طور پر درگور کرنا، دینی سرچشموں کو خشک کرنا۔

ثانیاً مکمل اسلامی حکومت کے موجودہ تجربے کو ناکام دکھانا۔ ثالثاً، وسطی ایشیا میں توانائی کے سرچشموں پر قبضہ اور خلیجی علاقے میں حاصل کردہ اثرورسوخ کی مانند اس وسیع تر علاقے میں اپنی اسٹریٹیجک دخل اندازی کو مستحکم کرنا۔

رابعاً، ساری دنیا کے ذخائر پر تسلط کیلئے سرگرمِ کار ''عالم گیریت'' کی شکل میں سرمایہ دارانہ انفرادیت کو اور اپنے مادی تہذیبی منصوبے کو اسلامیانِ عالم اور ساری انسانیت پر لادنا۔

اس ہمہ گیر منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے، یہ سب کچھ کیا جارہا ہے۔ یہ منصوبہ وقت کی پیداوار نہیں؛ بلکہ سالہا سال سے امریکی دستاویزات اور فیصلوں کا حصہ رہا ہے۔ خصوصاً ۱۹۸۴ء سے، جب امریکہ کے صدر ''جیمی کارٹر'' نے اسلام کے خلاف واضح امریکی پالیسی وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ خصوصاً جب امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر نے ''اسلاموفوبیا'' یعنی ''اسلامی خطرے'' کو پیش نظر رکھنے کی اہمیت پر زور دینا شروع کیا تھا۔ اس کا خیال تھا اور ہے کہ اسلام مغرب کے لیے کمیونزم سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیسنجر کو لاطینی امریکہ کے مشہور اہل قلم ''ایڈوارڈو گالیونو'' نے پوری دنیا میں دہشت گردی کا سب سے بڑا پاس دار اور معاون قرار دیا ہے۔ مذکورہ رائٹر کہتا ہے کہ ''میری رائے میں کسی بھی انسان سے پہلے کیسنجر کو بم سے اڑا دینا چاہیے'' وہ مزید کہتا ہے: ''جوڑواں میناروں میں لوگوں کو قتل کرنے والے، نیز ''گواٹیمالا'' میں دو لاکھ انسانوں کے قاتل، مسلمان انتہا پسند نہیں تھے، بلکہ ان کے قاتل وہ دہشت گرد ہیں جنھیں سابقہ امریکی انتظامیہ کی طرف سے مالی امداد ملتی رہی ہے۔''(۴)

پہلے سے طے شدہ منصوبے کو زیر عمل لانے کے لیے ہی امریکہ اور مغربی میڈیا اور امریکی انتظامیہ نے مذکورہ بالا بہت سے احتمالات سے صرف نظر کیا اور مسلمانوں اور عربوں کو قربانی کا بکرا بنانے کے لیے صرف انھی کو ملزم قرار دیے جانے پر سارا زور صرف کرنا شروع کیا۔ اس کے لیے ''دستاویزات'' وضع کیے گئے اور حکام کی طرف سے ''تحقیقی'' ڈرامے کے اسٹیج کیے جانے سے پہلے ہی بوش نے مبینہ طور پر وہ بات کہی جو ذرائع ابلاغ میں امثال کی طرح سیکڑوں بار دہرائی گئی: ''زندہ یا مردہ اسامہ چاہیے'' اور اس کے نائب ''ڈک چینی'' نے ۔ جو بہ وقت حادثہ وہائٹ ہاؤس کے سرداب میں جا چھپے تھے ۔ کہا: ''اس کو چاندی کے طبق میں سجا ہوا ابن لادن کا سر چاہیے۔'' بوش اور ان کے رفقائے کار نے اعلان کیا کہ دنیا یا تو ان کے ساتھ ہے یا ''دہشت گردی'' کے ساتھ، ہم مجرمین اور ان کی میزبانی کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں کریں گے، خواہ وہ فرد ہو یا جماعت یا ملک۔ ''دستاویزات'' گڑھنے اور شواہد بنانے کیساتھ ساتھ، بوش اور ان کے حلیف برطانوی وزیر اعظم ''ٹونی بلیر'' اور امریکہ کے وزیر خارجہ و وزیر جنگ نے دنیا کی راج دھانیوں، خصوصاً مغربی، اسلامی و عربی و ایشیائی ممالک کے تابڑتوڑ دورے کیے۔

بوش نے پاکستان کے صدر پرویز مشرف کو، ذرائع کے مطابق، واقعے کے بعد والی رات میں دیر گئے نیند سے بیدار کر کے دھمکی آمیز لہجے میں کہا کہ ''تم میرے ساتھ ہو یا دہشت گردی کے ساتھ''۔ اسی طرح انھوں نے ملکوں کی طاقت اور کمزوری کے اعتبار سے تہدید یا ترغیب سے کام لیا اور متعدد ملکوں کو اپنی غلامی اور امریکہ کے ساتھ لامحدود وفاداری کی دوٹوک لفظوں میں یقین دہانی کرانے کا حکم دیا۔

''تحقیقی'' کارروائی کے وقت امریکی حکام نے تشدد، طاقت کا استعمال، ایذا رسانی، دور تک پیچھا کرنے، ڈرانے دھمکانے اور خوف و دہشت کاری سے کام لیا، جس کی گواہی اخبارات اور ذرائع ابلاغ نے دی ہے۔ ہمارے ہندوستان کے اردو کے روزنامے ''قومی آواز'' نئی دہلی نے اور نئی دہلی کے دوسرے اردو روزنامے ''راشٹریا سہارا'' نے

جو خبریں نشر کیں وہ مظہر ہیں کہ ''ایف بی آئی'' کے عملے نے مسلمانوں اور عربوں کو دہشت زدہ کیا، پریشان کیا اور واقعے میں ملوث ہونے کا اعتراف کرنے کے لیے ان کے ساتھ ناروا اور نازیبا سلوک کیا۔

امریکہ میں خصوصاً اور یورپ کے ملکوں میں عموماً مسلمانوں اور عربوں کے ساتھ حد درجہ دشمنی اور تعصب کی لہر پیدا کی گئی۔ اس لہر کو پیدا کرنے میں مغربی میڈیا کی مسلمانوں اور عربوں کے خلاف زبردست مہم جوئی کا ہاتھ ہے، جس نے اپنے شہریوں اور دنیا والوں کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ امریکہ کے دھماکوں کے مجرم بالیقین عرب اور مسلمان ہیں۔ اس اثنا میں یورپ کے ملکوں اور امریکا میں مسلمانوں اور عربوں کے خلاف بے نظیر نسلی تفریق اور تعصب کے واقعات رونما ہوئے۔ مسجدوں میں آگ زنی کی گئی اور فائرنگ بھی ہوئی؛ اسلامی اداروں کی عمارتوں کو نذر آتش کیا گیا، انھیں آتش گیر بموں سے نشانہ بنایا گیا؛ اسلامی اداروں اور اسلامی شخصیات کو فونوں پر لاتعداد دھمکیاں دی گئیں؛ مسلمانوں کی دکانوں، پٹرول اسٹیشنوں، اور تجارتی منڈیوں کو نقصانات پہنچایا گیا؛ مسلم خواتین سے چھیڑ چھاڑ کیا گیا، ان کے ساتھ بے حرمتی کا معاملہ کیا گیا اور ان کی طرح طرح سے تذلیل کی گئی؛ مسجدوں کی دیواروں، مسلمانوں اور عربوں کے گھروں اور ان کی دکانوں کی دیواروں پر عرب اور مسلمان و اسلام دشمن نعرے لکھے گئے؛ حتیٰ کہ مسلمان ہونے کے شبہے میں بعض ''سکھوں'' کو بھی قتل کر دیا گیا۔ بہ ہر صورت یورپی ملکوں اور امریکہ میں عربی اور اسلامی شناخت کی ہر چیز کے خلاف زبردست غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔(۵)

بلا استثنا سارے عربوں اور مسلمانوں کو ملزم کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا؛ چناں چہ ایک عربی اخبار نے ایک ہی دن میں اس سلسلے کی جو سرخیاں لگائیں وہ کچھ اس طرح تھیں: 'یورپ میں کیمیائی حملوں کے لیے منصوبہ بنا رہے ایک گروہ کی گرفتاری''، ''ایک جزائری ہواباز سے برطانیہ کی پوچھ گچھ''، ''قاضی جرح کی ایک ملزم سے سوال و جواب کرنے کے لیے دبئی روانگی''، ''امریکی ہوائی اڈوں پر عربوں کے سلسلے میں سیکورٹی کی سخت کارروائیاں''، ''غزہ (فلسطین) میں ایک بنیاد پرست گروہ کا انکشاف''، ''امریکہ کی طرف سے افریقہ کو مشتبہ افراد کی فہرست''، ''فلپائن میں بنیاد پرست قیدیوں سے امریکہ والوں کی باز پرس''، ''(سان ڈیگو) میں ایف بی آئی کی طرف سے چار کویتیوں اور ایک سعودی سے اظہار بیان''، ''کچھ امریکی مسافروں کے ذریعے طیارے سے عرب مسافروں کو اترنے اور متعینہ فلائٹ سے سفر نہ کرنے کے لیے مجبور کر دیا جانا'' وغیرہ وغیرہ۔(٦)

اعداد و شمار کی روشنی میں دیگر مغربی ملکوں کے استثنا کے ساتھ صرف امریکہ میں جمعہ ۲۸/۹/۲۰۰۱ء (۹ر رجب ۱۴۲۲ھ) تک مسلمانوں اور عربوں کے ساتھ کیے گئے ظالمانہ واقعات کی تعداد ۶۲۵ تھی۔ اسلامی تنظیموں نے ان واقعات کا سبب، مسلمانوں کے خلاف امریکی میڈیا کی غیر ذمے دارانہ مہم قرار دیا ہے۔

مولانا مفتی سیف اللہ صاحب حقانی *

انسانی خون اور دیگر اجزاء انسانی کے احکام کا بیان

حضرت انسان کی خداداد کرامت و شرافت:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عظیم عظمت و کرامۃ سے نوازا ہے اور اس کو اپنے اکثر مخلوقات پر فوقیت بخشی ہے:

ارشاد ربانی ہے: ولقد کرمنا بنی آدم وحملنھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبات وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

ترجمہ: ’’اور ہم نے اولاد آدم کو (مخصوص صفات دے کر) عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں (جانوروں اور کشتیوں پر) سوار کیا‘ اور پاکیزہ نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو بہت سے مخلوقات پر فوقیت دی۔‘‘

اکثر مخلوقات پر انسانی فضیلت و فوقیت کا راز:

اس ارشاد ربانی میں اولاد آدم کی اکثر مخلوقات پر فوقیت اور افضلیت کا ذکر ہے۔ اس میں دو باتیں قابل ذکر ہیں: اول یہ کہ یہ فضیلت کن صفات کی وجہ سے ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں افضلیت اکثر مخلوقات پر دینا بیان فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مختلف حیثیات سے ایسی خصوصیات عطا فرمائیں۔ جو دوسری مخلوقات میں نہیں۔ مثلاً حسن صورت اعتدال جسم‘ اعتدال مزاج‘ اعتدال قد و قامت جو انسان کو عطا ہوا ہے کسی دوسرے حیوان میں نہیں اس کے علاوہ عقل و شعور میں اس کو خاص امتیاز بخشا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ تمام کائنات علویہ اور سفلیہ سے اپنے کام نکالتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدرت بخشی ہے کہ مخلوقات سے ایسے مرکبات اور مصنوعات تیار کرے جو اس کے رہنے سہنے اور نقل و حرکت اور طعام و لباس میں اسکے کام آئیں۔ نطق و گویائی اور افہام و تفہیم کا جو ملکہ اس کو عطا ہوا ہے وہ کسی دوسرے حیوان میں نہیں اشارات کے ذریعے اپنے دل کی بات دوسروں کو بتلانا اور تحریر و خط کے ذریعے دل کی بات دوسروں تک پہنچانا یہ سب انسان ہی کے امتیازات ہیں۔ بعض علماءؒ نے فرمایا کہ ہاتھ کی انگلیوں سے کھانا بھی انسان ہی کی صفت مخصوصہ ہے۔ اس کے سوا تمام جانور اپنے منہ سے کھاتے ہیں۔ اپنے کھانے کی چیزوں کو مختلف اشیاء سے مرکب کر کے لذیذ اور مفید بنانے کا کام بھی انسان ہی کرتا ہے۔ باقی سب جانور مفرد چیزیں کھاتے ہیں۔ کوئی کچا گوشت کھاتا ہے کوئی گھاس کوئی پھل وغیرہ بہر حال سب مفردات کھاتے

---

* رئیس دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ‘ اکوڑہ خٹک

ہیں۔ انسان ہی اپنی غذاء کیلئے ان سب چیزوں کے مرکبات تیار کرتا ہے اور سب سے بڑی فضیلت عقل وشعور کی ہے۔ جس سے وہ خالق و مالک کو پہچاننے اور اس کی مرضی و نامرضی کو معلوم کر کے مرضیات کا اتباع کرے نامرضیات سے پرہیز کرے اور عقل وشعور کے اعتبار سے مخلوقات کی تقسیم اسطرح ہے کہ عام جانوروں میں شہوات اور خواہشات ہیں عقل وشعور نہیں۔ فرشتوں میں عقل وشعور ہے، شہوات وخواہشات نہیں۔ انسان میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔ عقل و شعور بھی ہے، شہوات اور خواہشات بھی ہیں اسوجہ سے جب وہ شہوات وخواہشات کو عقل وشعور کے ذریعہ مغلوب کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے تو اسکا مقام بہت سے فرشتوں سے بھی اونچا ہو جاتا ہے

دوسری بات کہ اولاد آدم کو اکثر مخلوقات پر فضیلت دینے کا مطلب کیا ہے۔ تو جاننا چاہیے کہ اس میں تو کسی کے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ دنیا کی تمام مخلوقات علویہ اور سفلیہ اور تمام جانوروں پر اولاد آدم کو فضیلت حاصل ہے اسی طرح جنات جو عقل وشعور میں انسان ہی کی طرح ہیں ان پر بھی انسان کا افضل ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے اب صرف معاملہ فرشتوں کا رہ جاتا ہے کہ انسان اور فرشتہ میں کون افضل ہے۔ اس میں تحقیقی بات یہ ہے کہ انسان میں عام مومنین صالحین جیسے اولیاء اللہ تعالیٰ عام فرشتوں سے افضل ہیں مگر خواص ملائکہ جیسے جبرئیل و میکائیل وغیرہ ان عام صالحین سے افضل ہیں اور خواص مومنین جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ خواص ملائکہ سے بھی افضل ہیں باقی رہے کفار وفجار انسان وہ ظاہر ہے کہ فرشتوں سے تو کیا افضل ہوتے ہیں وہ تو جانوروں سے بھی اصل مقصد فلاح ونجاح میں افضل نہیں انکے متعلق تو قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے۔ یعنی یہ تو چوپایہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (معارف القرآن بحوالہ تفسیر مظہری) اور مفسر جلیل حافظ ابن کثیرؒ اسی آیت کے تحت تحریر فرما رہے ہیں:

وقد استدل بهذا الاية الكريمة على افضلية جنس البشر على جنس الملائكة

یعنی اس آیۃ کو اس دعویٰ پر دلیل بنایا گیا ہے کہ جنس البشر جنس الملک سے افضل ہے۔ (ص ۱۵ ج ۳)

اور جنس بشر کی فضیلت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو ملائکہ کا معلم بنا کر ان کا مسجود الیہ ٹھہرایا اور اس کو خلافت ارضی اور اس کے علم سے نوازا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وعلم آدم الاسماء كلهاثم عرضهم على الملائكة فقال انبونى باسماء هئولاء ان كنتم صدقين ۔قالو اسبحانك لاعلم لنا الاما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۔قال يآدم انبئهم باسمائهم فلما انبأ هم باسما ئهم قال الم اقل لكم انى اعلم غيب السموات والارض واعلم ماتبدون وما كنتم تكتمون ۔ واذقلنا للملائكة اسجدو الآدم فسجدوا لا ابليس ابى واستكبر و كان من الكافرين۔

ترجمہ: اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے

روبرو کردیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ اسمأ ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں، ہم کو ہی علم نہیں۔ مگر وہ جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا بے شک آپ بڑے علم والے حکمت والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلادو ان کو ان چیزوں کے اسمأ سو جب بتلادئے ان کو آدمؑ نے ان چیزوں کے اسمأ تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کردیتا ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ۔ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے۔ بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔

اور اسی خداداد کرامت کی وجہ سے فقہا کرام نے انسان کے اجزاء کے استعمال و ابتذال کے عدم جواز کا حکم دیا ہے۔ درمختار اور ردالمختار میں ہے:

و کل اھاب ولو بشمس وھو یحتملھا طھر فیصلی به و یتوضأ منه خلا جلد الخنزیر فلا یطھر و آدمی فلا یدبغ لکرامة ولو دبغ طھر وان حرم استعماله حتی لو طحن عظمه فی دقیق لم یؤ کل احتراما (قوله احتراما ای لا لنجاسة)

ترجمہ: چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے بغیر خنزیر کے چمڑے کے کہ وہ دباغت سے پاک نہ ہوتا ہے اور بغیر انسان کے چمڑے کے کہ انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے انسانی چمڑے کی دباغت بھی ممنوع ہے اور اگر اس ناجائز دباغت کا ارتکاب کیا گیا تو انسان کا چمڑا پاک تو ہو جائیگا مگر اس کا استعمال حرام ہوگا یہاں تک کہ اگر انسان کی ہڈی پیس کر آٹے میں مل گئی تو اس آٹے کا کھانا بھی ممنوع ہوگا اور وجہ اسکی کرامت ہے نجاست نہیں کیونکہ انسان نجس نہیں ہے۔

اور البحر الرائق میں ہے۔ واما الادمی فقد قال بعضھم ان جلده لا یحتمل الدباغة حتی لو قبلھا طھر لانه لیس بنجس العین لکن لایجوز الانتفاع به ولا یجوز دبغه احتراما له وعلیه اجماع المسلمین کما نقلة ابن حزم وقال بعضھم ان جلده لایطھر بالدباغة اصلا احتراما له فالقول بعدم طھارة جلده تعظیم له حتی لایتجرء احد علی سلخه ودبغه واستعماله (ص ۱۰۱ ج۱) وفیه قبیل ھذا (قوله الاجلد الخنزیر والآدمی) یعنی کل اھاب دبغ جاذشرعا الاجلد الخنزیر لنجاسة عینه وجلد الادمی لکرامته وبھذا التقدیر اندفع ماقیل ان الاستثناء من الطھارة نجاسته وھذا فی جلد الخنزیر مسلم فانه لایطھر بالدباغ واما جلد الآدمی فقد ذکر فی الغایة انه اذا دبغ طھر ولکن لا یجوز الانتفاع به کسائر اجزائه فکیف یصح ھذ الاستثناء (ص۱۰۰۔ج۱)

ترجمہ: انسانی چمڑے کے بارے میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ قابل دباغت نہیں اور بالفرض اگر یہ دباغت

کو قبول کرے تو یہ دباغت سے پاک ہو جائے گا۔ کیونکہ انسان نجس العین نہیں ہے۔ البتہ اس صورت میں بھی یہ چمڑا ممنوع الانتفاع اور ممنوع الدباغ ہوگا اس کے احترام کی وجہ سے اور اسی پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ جس کو علامہ ابن حزم نے نقل کیا ہے اور بعض دیگر حضرات نے کہا ہے کہ انسانی چمڑا دباغۃ سے قطعاً پاک نہیں ہوتا۔ اور یہ اس کی تعظیم کی وجہ سے پس یہ کہنا کہ انسان کا چمڑا دباغۃ سے پاک نہیں ہوتا ہے یہ انسان کی تعظیم کی خاطر ہے تا کہ اس کے چمڑے کے اتارنے اور اس کے دباغ و استعمال کا کوئی بھی شخص جرأت نہ کر سکے۔ اور اس سے ذرا پہلے بحر میں ہے کہ ہر وہ چمڑا جس کا دباغ ہو جائے وہ شرعاً جائز الانتفاع ہوتا ہے مگر خنزیر کا چمڑا اس کی نجاست عینیہ کی وجہ سے اور انسان کا چمڑا اس کی کرامت کی وجہ سے شرعاً جائز الانتفاع نہیں اور اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ طہارت سے استثناء نجاست ہوتا ہے اور نجاست جلد الخنزیر میں تو مسلم ہے اور اسی وجہ سے وہ دباغ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ باقی رہے انسانی چمڑا تو غایہ میں ذکر ہے کہ انسانی چمڑا دباغ سے پاک ہوتا ہے لیکن اس سے انتفاع دوسرے انسانی اجزاء سے انتفاع جیسا حرام ہے تو یہ استثناء کس طرح درست ثابت ہوگا۔

اور بدائع الصنائع میں ہے۔

واما جلد الانسان فان كان يحتمل الدباغ وتندفع رطوبته بالدبغ ينبغي ان يطهر لانه ليس بنجس العين لكن لا يجوز الانتفاع به احتراماله (ص۴۷۔ج۱)

ترجمہ: انسانی چمڑا اس صورت میں کہ اس کی دباغت ممکن ہو دباغت سے پاک ہو جائے گا کیونکہ انسان نجس العین نہیں ہے۔ البتہ انسانی چمڑا سے اس صورۃ میں بھی انتفاع کی اجازت نہ ہوگی۔ اور یہ انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے۔ نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے۔

فصل يطهر جلد الميتة بالدباغة الاجلد الخنزير لنجاسته عينه والدباغة لاخراج الرطوبة النجسة من الجلد الطاهر بالاصالة وهذا نجس العين وجلد الادمي لحرمته صونا له لكرامته وان حكم بطهارته به لا يجوز استعماله كسائر اجزاء الآدمي.

ترجمہ: میتہ کا چمڑا دباغۃ سے پاک ہوتا ہے مگر خنزیر کا چمڑا دباغۃ سے پاک نہ ہوتا ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور دباغۃ سے پاک نہ ہوتا ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور دباغۃ کا فائدہ یہ ہے کہ اصلاً پاک چمڑے سے رطوبت نجسہ خارج ہو جائے۔ جبکہ خنزیر نجس العین ہے اور بغیر انسانی چمڑے کے یہ ممنوع الانتفاع ہے کیونکہ انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے تا کہ انسانی اجزاء ابتذال و استعمال سے محفوظ ہوں اور اس کی وجہ انسان کی خداداد کرامت و شرافت ہے اور اگر دباغت سے انسانی چمڑے کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے پھر انسانی چمڑے کا استعمال دوسرے اجزاء انسانی کے استعمال جیسا حرام ہوگا۔

اور ہدایہ میں ہے و حرمه الانتفاع باجزاء الآدمی لكرامته۔ (ص ۴۵ ج ۱)
ترجمہ: انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے اس کرامت کی وجہ سے جو حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔

انسانی جزء سے حرمت انتفاع کی وجہ سے فقہاء نے مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو بھی دودھ پلانا غیر مباح ٹھہرایا ہے۔ درمختار میں ہے۔

ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمی والا نتفاع به لغير ضرورة حرام علی الصحيح شرح الوهبانية وفی البحر لا يجوز التداوی بالمحرم فی ظاهر المذهب اصله بول الماكول كمامر (ص ٤٣٨ ج ٢) وفی رد المحتار (قوله بالمحرم) ای المحرم استعماله طاهر اكان اونجسا وفيه ايضا قوله كمامر ای قبيل فصل البير حيث قال فرع اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع كمافی رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمه وهنا عن الحاوی القدسی وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء اخر كمار خص الخمر للعطشان وعليه الفتوی۔ (ص ٤٨٣ ج ٢) ترجمہ: مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو دودھ پلانا مباح نہیں ہے کیونکہ دودھ انسان کا جزء ہے جس سے بغیر ضرورت کے انتفاع بنا بر قول صحیح کے حرام ہے۔ شرح وھبانیہ (اور ضرورت بعد از مدۃ رضاع کے منقطع ہو چکی ہے) اور بحر میں ہے کہ تداوی بالمحرم ظاہر مذہب کے مطابق جائز نہیں ہے اور اس کا اصل جائز الاکل جانوروں کا پیشاب ہے جیسا کہ گزر چکا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ محرم سے مراد وہ چیز ہے کہ جس کا استعمال حرام ہو۔ خواہ پھر نجس ہو یا پاک اور ردالمحتار میں یہ بھی ہے کہ صاحب درمختار نے کنویں کے فصل سے ذرا پہلے لکھا ہے کہ تداوی بالمحرم کے بارے میں اختلاف ہے مگر ظاہر مذہب یہ ہے کہ تداوی بالمحرم ممنوع ہے جیسا کہ ارضاح البحر میں مذکور ہے لیکن مصنف نے وہاں اور اور یہاں حاوی قدسی کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ بعض حضرات تداوی بالمحرم کی اجازت دیتے ہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اس سے شفا کا غالب گمان ہو اور اس محرم کے علاوہ کوئی متبادل دوا معلوم نہ ہو جس طرح کے پیاسے کو شراب پینے کی (اضطراری حالت میں) اجازت دی گئی ہے اور اسی ہی پر فتویٰ ہے۔

اور فتاویٰ ہندیہ ص (۳۵۴ ج ۵) الانتفاع باجزاء الادمی لم يجز قيل للنجاسة و قيل للكرامة هو الصحيح۔
ترجمہ: انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے بعض نے کہا ہے کہ اس کی وجہ نجاست ہے اور بعض نہ کہا ہے کہ اس کی وجہ کرامت ہے اور یہی صحیح ہے۔.......... اور ہدایہ میں ہے۔

وهل يباح الارضاع بعد المدة قد قيل لايباح لان اباحته ضرورية لكونه جزء

الآدمی (ص ۳۳۰ ج ۲)

ترجمہ: ارضاع بعد المدۃ جائز نہیں کیونکہ دودھ انسان کا جزء ہے اور مدۃ ارضاع میں ارضاع کی اباحت بوجہ ضرورت کے ہے ان روایات وعبارات سے معلوم ہوا کہ انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے۔ البتہ شدید ضرورت کی صورت میں کہ اس کے بغیر انسانی جان کا بچانا ممکن نہ ہو۔ اور بیماری ایسی ہی ہو کہ اس کا علاج مسلمان حاذق طبیب کی رائے کے مطابق انسانی جزء کے استعمال میں منحصر ہو تو پھر انتفاع با جزاء الانسان لاباس بہ ہوگا مگر بشرطیکہ یہ انتفاع و استعمال موجب اہانت نہ ہو چنانچہ سابقہ روایات میں اس کا اشارہ موجود ہے اور کفایت المفتی کی آنے والی عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ درمختار میں ہے: وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اخر کمار خص للعطشان شرب الخمر وعلیہ الفتویٰ (ص ۱۵۴۔ ج ۱)

ترجمہ: اور بعض حضرات نے تداوی بالمحرم کی اجازت دی ہے مگر صرف اس صورت میں کہ اس سے شفاء کا غالب گمان ہو اور اس کے علاوہ کوئی متبادل دوا معلوم نہ ہو جس طرح کہ پیاسے کو شراب پینے کی (اضطراری حالت میں) اجازت دی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور فتح القدیر میں ہے۔

وهل يباح الارضاع بعد المدة قيل لالانه جزء الادمى فلايباح الانتفاع به الاللضرورة و قد الدفعت وعلى هذا الايجوز الانتفاع به للتداوى واهل الطب يثبتون للبن البنت اى الذى لزل بسبب بنت مرضعة لفعالو جع العين واختلف المشائخ فيه قيل لايجوز و قيل يجوز اذا علم اله يزول به الرمد۔ (ص ۳۱۰ ج ۳)

ترجمہ: مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں کیونکہ دودھ انسانی جزء ہے اس لئے اس سے انتفاع بغیر ضرورت کے جائز نہ ہوگا اور مدۃ ارضاع کے بعد ضرورت باقی نہ رہی اور اسی وجہ سے انسانی دودھ سے تداوی کی خاطر بھی انتفاع جائز نہیں ہے اور اہل طب کہہ رہے ہیں کہ بنت (لڑکی) والی عورت کا دودھ وجع العین کے لئے مفید ہوتا ہے اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ انسانی دودھ کا استعمال وجع العین کے لئے جائز نہیں اور بعض نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ اس سے شفا کا غالب گمان ہو۔ (اور اس کا متبادل کوئی دوا موجود نہ ہو)

اور عالمگیری میں ہے ویجوز للعليل شرب الدم والبول واكل الميتة للتداوى اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاء فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه ص ۳۵۵ ج ۵۔

ترجمہ: مریض کے لئے بغرض تداوی خون اور پیشاب پینا اور میتہ کا کھانا جائز ہے۔ جبکہ حاذق مسلمان طبیب کی یہ رائے ہو کہ اس سے صحت آئے گی اور اس کا متبادل اور کوئی دوا موجود نہ ہو۔

راقم الحروف کہہ رہا ہے کہ جبکہ شدید ضرورت اور عدم اہانت کی صورت میں انسانی اجزاء سے انتفاع لاباس

یہ ٹھہرا اسلئے انسانی خون سے تداوی ضرورت شدیدہ کی صورت میں قابل اعتراض نہ ہوگا۔ کفایت المفتی میں ہے۔ کسی انسان کا خون علاج کی غرض سے دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا جبکہ اسکی شفایابی اس پر بقول طبیب حاذق مسلم منحصر ہوگئی ہو مباح ہے یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے اس، لئے وارد نہ ہونا چاہیے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو بہ ضرورت وہ استعمال ناجائز نہیں۔ جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک پانی میں دھو کردہ پانی مریض پر چھڑکایا پلایا جاتا تھا۔ حرمة الانتفاع باجزاء الادمی لکرامته (هدایه) لم یبح الارضع بعد مدته لانه جزء ادمی والانتفاع به بغیر ضرورة حرام۔ (درمختار) قال فی الفتح واهل الطب یثبتون للبن البنت ای الذی نزل بسبب بنت مرضعه نفعا لوجع العین واختلف المشائخ فیه قیل لایجوز وقیل یجوز اذا اعلم انه یزول به الرمد۔ الخ (ردالمختار)

درمختار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ انسان کے اجزاء سے بغیر ضرورت کے انتفاع حرام ہے یعنی اگر ضرورت ہو تو مباح ہو سکتا ہے اور فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکی والی عورت کا دودھ کسی آنکھوں کی بیماری والے کو دیا جانا اور دوا کے لئے اس کا استعمال کرنا جبکہ بظن غالب یہ معلوم ہو کہ اس سے آنکھ کی بیماری جاتی رہے گی بعض مشائخ کے نزدیک جائز ہے حالانکہ دودھ بھی انسان کا جزء ہے اور اس سے بغیر ضرورت انتفاع حرام ہے۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خون انسان کا جزء ہے اور اس سے بغیر ضرورت کے نفع اٹھانا تو حرام ہے مگر علاج کے طور پر کسی مریض کی جان بچانے کے لئے ہو اور کوئی مسلمان ڈاکٹر جو حاذق بھی ہو یہ بتائے کہ اس مریض کی شفایابی اب اس علاج میں منحصر ہے تو اس کا بدن میں انسان کا خون داخل کرنا مباح ہے۔

وهذا الان الحرمة ساقطة عند الا ستشفاء کحل الخمر والمیته للعطشان والجائع (ردالمحتار) ففی النهایه عن الذخیره یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء اخر (ردالمحتار)

نیز کفایت المفتی میں ہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا ناجائز ہے چونکہ اس میں انتفاع بجزء الانسان اور انتفاع بالنجس دونوں علتیں ہیں اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔ الانتفاع باجزاء الادمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح (عالمگیری) لیکن اگر کسی مریض کی جان کا خوف ہو اور کوئی طبیب مسلم حاذق کہہ دے کہ اس کے بدن میں خون پہنچانا اس کی جان بچانے کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو اس وقت یہ مباح ہو گا۔ یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیته للتداوی اذا خبره طبیب مسلم (حاذق) ان شفاء فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه (عالمگیری) ص۔۱۴۳تا۱۴۴۔ ج۹

کفایت المفتی اور سابقہ فقہی روایات کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ انسانی خون کے استعمال کی اجازت کا مدار دو امور پر ہے۔ ۱۔ ضرورت شدیدہ ۲۔ اہانت سے خالی ہونا۔ اور انسانی خون کا استعمال ظاہر ہے کہ اہانت سے خالی ہے کیونکہ انسانی دودھ کے استعمال کی طرح انسانی خون کے استعمال کی صورت میں بھی انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح جو مستلزم اہانت ہے لازم نہ آتی ہے بلکہ انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح کے بغیر انسانی بدن سے حاصل کیا جاتا ہے۔ بخلاف دوسرے انسانی اجزاء کے ان کے استعمال کی صورت میں انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح ضرور لازم آتی ہے۔ لہذا دوسرے انسانی اجزاء مثلاً آنکھ وغیرہ کا استعمال اہانت سے خالی نہ ہوتا ہے اس لئے فقہاء کرام نے اس استعمال کو اضطراری حالت میں بھی ممنوع ٹھہرایا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

مضطر لم یجد میتة وخاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی وکلها او قال اقطع منی قطعة وکلها لا یسعه ان یفعل ذالک ولا یصح امره به کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعة من نفسه کذا فی فتاوی قاضی خان۔ (ص۳۳۸۔ج۵)

ترجمہ: ایسا مضطر جس کو جان کا خطرہ ہو اور کھانا کے لئے اس کو میتہ بھی نہ مل رہا ہو تو ایسی حالت میں اگر کوئی شخص اس کو کہہ دے کہ میرے ہاتھ کو کاٹ کر کھالے اور یا یہ کہہ دے کہ میرے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو اس مضطر کے لئے ایسا کرنے کی گنجائش نہیں اور نہ اس کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ کسی سے اس کے بدن کے گوشت کا ٹکڑا طلب کرے جس طرح کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ خود اپنے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے!

اور یہ ضرور جان لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح اور بگاڑ کا یہاں تک منع کیا گیا ہے کہ حالت جنگ کے بغیر کسی کافر کی صورت کے بگاڑ کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ حدیث میں ہے:

عن الهیاج ابن عمر ان ان عمران له ابق غلام فجعل لله علیه لئن قدر علیه لیقطعن یده فارسلنی لاسئل له فاتیت سمرة بن جندب فسألته فقال کان رسول الله ﷺ یحثنا علی الصدقة وینهانا عن المثلة۔ (سنن ابی داؤد ص٦۔ ج٢)

ترجمہ: جناب ہیاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ کا غلام ایک دفعہ بھاگ اٹھا تو آپ نے یہ نذر مانی کہ گر یہ غلام میرے ہاتھ لگا تو اس کا ہاتھ کاٹ لوں گا۔ ہیاج فرماتے ہیں کہ اس پر عمران مجھے حضرت سمرہ بن جندبؓ کے پاس بھیجا تا کہ ان سے اس کے نذر کے متعلق استفتاء کروں تو میرے سوال پر حضرت سمرہ بن جندبؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہم کو صدقہ کی پر زور ترغیب دیا کرتے اور مثلہ (انسانی صورت کے بگاڑ یعنی ناک و ہاتھ وغیرہ اطراف واعضاء انسانی کے کاٹنے) سے منع فرمایا کرتے۔ اور در مختار میں ہے:

ولهینا عن غدر و غلول وعن مثلة بعد الظفر بهم و اما قبله فلاباس بها (ج ٣، ص ٤٤٥)

ترجمہ: غدر وغلول سے ہم کو روکا گیا ہے اور اسی طرح دشمن کے مثلہ سے بھی ہم کو روکا گیا ہے۔ جبکہ بغیر حالت جنگ کے ہو اور انسانی اجزاء آنکھ وغیرہ کا استعمال یقیناً انسانی صورت کے بگاڑ کا سبب ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے لہذا شرعاً اس کی اجازت نہ ہوگی۔

انسانی اعضاء واجزاء کے بعض دیگر احکام:

جاننا چاہیے کہ انسانی خون کی فروخت تو بہر حال ناجائز ہے اور عدم جواز نجاست اور انسان کا جزء ہونا ہے اور تیسری وجہ عدم جواز خون مسفوح کا مال نہ ہونا ہے۔

درمختار میں ہے بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتہ الی قولہ ولبن امرءۃ ولو فی وعاء ولوامۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی وشعر خنزیر لنجاسۃ عینہ (ص۱۱۲تا۱۲۶)

ترجمہ: دم مسلوح اور میتہ کا بیع اس لئے جائز نہیں کہ یہ مال نہیں اور عورت کا دودھ اس لئے نہیں بیچا جاتا کہ یہ انسان کا جزء ہے اور خنزیر کے بال کا بیع اس کی نجاست کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

اور فتاوی عالمگیر میں ہے: وفی العیون لاباس ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتات الاعظم الآدمی والخنزیر وھذا اذا لم یکن علی عظم الفیل واشباھہ دسومۃ فاذا کان فھو نجس ولایجوز بیعہ (ص۱۱۵۔ ج۳)

یعنی ہاتھی کا ہڈی بیچنا جائز ہے جبکہ اس پر دسومۃ نہ ہو۔ اور جب اس پر دسومۃ موجود ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس کا بیچنا جائز نہ ہوگا البتہ شدید ضرورت کی صورت میں جس کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ خریدار کے لئے انسانی خون کا خریدنا قابل اعتراض اعتراض نہ ہوگا۔ یہاں آنے والے دو سوالوں کا پیدا ہونا مستبعد نہیں۔ (۱) کیا کسی غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا کیسا ہے (۲) اور کیا شوہر و بیوی کے خون کا باہم تبادلہ نکاح پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اس لئے دونوں سوالوں کا جواب نمبروار سن لیجئے: پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نفس جواز میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق وفاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے کا اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا قوی خطرہ ہے۔ اسی لئے صلحاء امت نے فاسق وفاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہ کیا۔ بناء علیہ کافر اور فاسق، فاجر انسان کے خون سے تابمقدور اجتناب بہتر ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نکاح بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ ان سے تجاوز کرنا درست نہیں، اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدۃ رضاعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔ کما ھو مصرح و

مفصل فی عامة کتب الفقه (کفایت المفتی وتنشیط الاذھان فی الترقیع باعضاء الانسان)

چونکہ انسانی دودھ اور خون کے علاوہ کسی اور انسانی جزء کا استعمال ضرورت شدیدہ میں بھی جائز نہیں جس طرح کہ گزشتہ صفحات میں یہ بات تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے اس لئے خون و دودھ کے علاوہ کسی اور انسانی جزء کا خرید جائز ہے نہ فروخت۔ ردالمحتار میں ہے۔

والآدمی مکرم شرعا و انکان کافر افایراد العقد علیه وابتداله و الحاقه بالجمادات اذلال له ای هو غیر جائز وبعضه فی حکمه (ص ۱۱۷ ج ۴)

ترجمہ۔ چونکہ انسان شرعاً مکرم ہے اگرچہ انسان کافر ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اس کا خرید و فروخت اور ابتذال اور اس کے ساتھ جمادات جیسا معاملہ کرنا انسان کا اذلال ہے لہذا انسان اور اس کے اعضاء کا خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

اور شرح التنویر میں ہے۔: وجلد میتة قبل الدباغ ویعده یباع الاجلد انسان وخنزیر وفی ردالمحتار (قوله الاجلد انسان الخ) فلایباع وان دبغ لکرامة وفی الباقی لاهانة ولعدم عمل الدباغة فیه کمامر فی محله (ص ۱۲۷، ۱۲۸۔ ج ۴)

ترجمہ: میتہ کے چمڑے کا بیع قبل الدباغ جائز نہیں اور بعد الدباغ جائز ہے۔ مگر انسان وخنزیر کے چمڑے کا بیع بعد الدباغ جائز نہیں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانی چمڑے کا بیع بعد الدباغ انسانی کرامت کی وجہ سے جائز نہیں اور خنزیر کے چمڑے کا بیع بعد الدباغ اس کی اہانت کی وجہ سے اور اس کے چمڑے میں دباغت کے عمل کے معدوم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔........... اور رسالہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں ہے کہ انسان اپنے اعضاء واجزاء کا مالک نہیں بلکہ یہ خالق کائنات کی طرف سے اس کے پاس امانت ہیں جن کے استعمال کی اجازت انسان کو دی گئی ہے۔ لہذا انسان اپنے اعضاء واجزاء کا ہبہ اور وصیت بھی نہیں کرسکتا۔

راقم الحروف کہہ رہا ہے کہ یہ اسلئے کہ ہبہ اور وصیت کی صحت کیلئے موہوب اور موصی بہ کا مملوک ہونا ضروری ہے۔

ہندیہ میں ہے واما مایرجع الی الواهب فهو ان یکون الواهب من اهل الهبة وکونه من اهلها ان یکون حراعاقلا بالغاما لکا للموهوب الخ۔ (ص ۳۷۴۔)

یعنی صحت ہبہ کیلئے موہوب کا واہب کیلئے مملوک ہونا ضروری ہے اور ردالمحتار میں ہے۔ (قوله الاان اضافها بان قال اذا عتقت فثلث مالی وصیة لفلان الی قوله حتی لوعتق قبل الموت باداء بدل الکتابة اوغیره ثم مات کان للموصی له ثلث ماله وان لم یعتق حتی مات عن رفاء بطلت الوصیة لان الملک له حقیقة لم یوجد ۔(ص ۴۶۵ ج ۵)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ صحت وصیت کے لئے موصی بہ کا مملوک ہونا ضروری ہے مگر چونکہ خون کے

استعمال کا ضرورت شدیدہ کی وجہ سے رضا کارانہ طور پر خون دینے کی بھی گنجائش ہوگی (تنشيط الاذهان في الترقيع باعضاء الانسان)

اور جس طرح کہ غیر مفصول عضو انسانی کے استعمال کی اجازت نہیں ہے اسی طرح عضو مفصول ومقطوع (اگر میسر ہو جائے) کے استعمال کی اجازت بھی نہیں۔

شرح السیر الکبیر میں ہے۔ وفيه دليل جواز المداواة بعظم بال لان العظم لايتنجس بالموت على اصلنا لانه لاحيوة فيه الا ان يكون عظم الانسان اوعظم الخنزير فانه يكره التداوي به لان الخنزير نجس العين فعظمه نجس كلحمه لايجوز الانتفاع به بحال والادمي محترم بعد موته على ماكان عليه في حياته فكمالا يجوز التداوي بشئي من الادمي الحئي اكرامالہ فكذالك لايجوز التداوي بعظم الميت قال رسول الله ﷺ كسر عظم الميت ككسر عظم الحئي (ص۹۔ج۱)

بال سے بھی تداوی ناجائز ہے۔ اور ہدایہ میں ہے:

لا يجوز بيع شعور الانسان ولا الانتفاع به لان الادمي مكرم لامبتذل فلا يجوز ان يكون شئي من اجزائه مهانا مبتذلا۔ (ص۵۵ج۳)

ترجمہ: انسانی بال کا بیع واستعمال اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے۔ کیونکہ انسان مبتذل نہیں بلکہ مکرم ہے اس لئے انسان کے کسی بھی جزء کا ابتذال واہانت جائز نہیں ہے۔

اور شامی میں ہے قوله وشعر الانسان لايجوز الانتفاع به لحديث لعن الله الواصلة والمستوصلة (ص۱۷۷۔ج۴)

یعنی انسانی بال کا استعمال اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ اور عنایہ شرح الہدایہ میں ہے۔ وجلد الادمي لكرامته لئلا يتجاسر الناس على من كرمه الله بابتذال اجزائه۔ عنايه على هامش (الفتح ۸۲۔ج۱)

یعنی انسانی چمڑا اس کی خداداد کرامت کی وجہ سے دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ تاکہ لوگ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ٹھہرایا ہے کہ اجزاء کے ابتذال واستعمال کی جرأت نہ کرسکے۔ اور بدائع الصنائع میں ہے:

ولو سقط سنه يكره ان ياخذ سن ميت فيشدها مكان الاول بالاجماع وكذا يكره ان يعيد تلك السن الساقطة مكانها عند ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ولكن ياخذ سن شاة ذكية فيشدها مكانها وقال ابو يوسف لاباس بسنه ويكره

سن من غیرہ (ص ۱۳۲۔ ج ۵) ومثلہ فی خلاصۃ الفتاوی (ص ۳۶۔ ج ۲)

ترجمہ: بدائع الصنائع ص ۱۳۲ ج ۵ میں ہے جب کسی کا دانت گر جائے تو اس لئے یہ جائز نہیں کہ اس جگہ کسی مرے ہوئے انسان کا دانت لگا لے اور یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے اس گرے ہوئے دانت کو واپس لگا لے البتہ گرے ہوئے دانت کی جگہ شرعی طریقہ سے ذبح کی گئی بھیڑ و بکری کے دانت رکھنے کی گنجائش ہے اور یہی مضمون خلاصۃ الفتاوی (ص ۵۳۶۔ ج ۲) میں بھی ہے۔

ان عبارات و روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسانی اعضاء کا نفس ابتذال و استعمال بھی موجب اہانت ہے لہذا کسی بھی صورت میں انسانی عضو و جزء کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ البتہ انسانی خون کا استعمال انسانی دودھ کے استعمال جیسا اہانت سے خالی ہے اس لئے ضرورت شدیدہ کی صورت میں انسانی خون کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ رحمان رحیم کا بہت بڑا احسان و کرم ہے کہ شریعت مطہرہ میں انسانی اعضاء کا استعمال ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو آج انسان کی آنکھیں اور گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بیچے جاتے تھے غریب اپنے بچوں کی خاطر یہ قربانی اپنی رضامندی سے دیا کرتا مالداروں نے دنیا کی دولت اور سامان ضرورت و راحت سب سمیٹ کر اپنے گھروں میں بھر ہی لئے ہیں جن سے کروڑوں غریب انسان محروم ہیں۔ مگر خالق کریم نے انسانی اعضا و اجزاء میں جو مساوات امیر و غریب کے درمیان قائم کر رکھی ہے کہ فاقہ زدہ فٹ پاتھ پر بسر کرنے والے بچے کو بھی وہی سالم و صحیح کان اور زبان ملتی ہے جو بڑے سے بڑے سرمایہ دار کو نصیب ہوتی ہے اگر یہ چیزیں بکاؤ مال بن گیا۔ تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے اپنی یہ چیزیں داؤ پر لگا دیں۔ (جس طرح ہندوستان وغیرہ کا فرممالک میں آج اس کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے) اور دنیا کا تجربہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہ رکے گا کہ رضاکارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء و اجزاء لئے جائیں بلکہ بہت سے مردے خصوصاً لاوارث مردے بہت اعضاء سے محروم ہو کر اس دنیا سے جایا کریں گے اور شاید اگلے دور کا حکماً انسانی اعضاء کو دیر تک کارآمد باقی رکھنے کا کوئی انتظام کرلیں۔ جیسے آج کا انسانی خون بلڈ بنکوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے تو پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں اور یہ غسل و کفن اور نماز جنازہ اور کفن و دفن کے سارے قصے ہی بے باق ہو جائیں گے۔

نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اور خدانخواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف اپنی موت مرنے والوں تک محدود نہ رہے گا بلکہ اس کام کے لئے بہت سے انسانوں کے قتل کا ایک بازار گرم ہو جانا ممکن ہے جو پورے انسانی معاشرے کی تباہی کا اعلان ہے۔ تنشیط الاذھان فی الترقیع باعضاء الانسان بادنی تغیر۔

مظہر جاوید شوقی

ایشیا' امریکی عفریت کے پنجہء استبداد میں

عالمی قوت کی حیثیت سے سوویت یونین کے منتشر ہونے کے بعد امریکہ نے جس عالمی نظام کا خاکہ تیار کیا ہے اس کے چار اہم ستون ہیں ان چاروں کا اصل مقصد یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں جب تک ممکن ہو امریکہ کو واحد سپر پاور کی حیثیت حاصل رہے اور کوئی متبادل قوت وجود میں نہ آنے پائے۔ دنیا کی تمام تجارتی منڈیوں پر اس کی رجعت پسند پالیسیوں کا نیٹ ورک قائم رہے۔ اس سلسلے میں جن مفکرین نے اس حکمتِ عملی کو فکری بنیادیں فراہم کی ہیں ان میں فرانس فاکویاما کا اختتام (The end of history) فلسفہ سیموسل ہنگٹن کا تہذیبوں کا تصادم (civilization Clashes) کا نظریہ اور برزنسکی کی شطرنج کا عظیم بساط (the grand chess board) خصوصیت کی حامل ہے اس فریم ورک میں بیسیوں تحقیقی مقالات اور تھنک ٹینک کی رپورٹیں اور سیاستدانوں کی عملی کاروائیاں ہیں جن کے مطالعے اور تجزیئے سے مستقبل نقشے کے دو و بست ہیں۔ ایک عالمگیر جمہوری نظام کے ذریعے عالمی معیشت پر مغربی اقوام اور خصوصیت سے امریکہ کے تسلط کو دائمی شکل دی جائے اس طرح دولت کی غیر مساویانہ تقسیم کو مستحکم کرلیا جائے۔ جو سامراجی دور کی پیداوار ہیں اور جس کے نتیجے میں مغربی اقوام (یورپ اور امریکہ) جو 1800 میں عالمی پیداوار کا صرف 27 فیصد پیدا کر رہی تھی۔ 1918ء میں ان کا یہ حصہ بڑھ کر 87 فیصد ہو گیا اور جبکہ آبادی دنیا کی کل آبادی کا صرف 18 فیصد ہے اس نظام کو مستقل صورت اس وقت دی جاسکتی ہے جب دنیا کے دوسرے ممالک اپنی معیشت کو خود انحصاری کی بنیاد پر ترقی نہ دے سکیں بلکہ اس نظام کا حصہ بن کا خام مال فراہم کرنے اور مصنوعات درآمد کرنے کا کام انجام دیں۔ اس طرح ترقی یافتہ ممالک کو نہ صرف مسلسل بالادستی حاصل رہے بلکہ باقی دنیا اس کی محتاج رہے۔

جمہوریت کے علمبرداروں کی جمہوریت کی تعبیر بڑی نرالی ہے۔ جمہوریت کے معنی تمام انسانوں کی مساوات نہیں اور نہ لوگوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے عقائد اقتدار اور ترجیحات کی روشنی میں اپنا نظام زندگی طے کریں۔ جمہوریت کی تعبیر یہ ہے کہ مغربی جمہوریت کو اسی طرح پروان چڑھایا جائے کہ دنیا کے یہ ممالک مغرب کے رنگ میں رنگے جائیں اور ان پر ایسی قیادتیں مسلط رہیں جو مغربی تہذیب کی دلدادہ اور مغربی مفادات کی محافظ ہوں جبکہ یقیناً اقوام عالم اس اسٹریٹجی پر عمل پیرا ہے۔ بالخصوص امت مسلمہ کے اثاثوں کو پست کرنے کی خاطر مغربی طرز تہذیب میں ڈھالا جا رہا ہے۔ رجعت پسند قوتیں تمام محاذوں پر برسرپیکار ہیں نیٹو کو وسعت دے کر ان اقوام کو بھی اس چنگل میں پھانسا جا رہا ہے۔ جو الگ تہذیبی وجود رکھتی ہیں امریکہ اور یورپی دانشوروں، سیاستدانوں اور ذرائع

ابلاغ نے سرد جنگ اور کمیونزم کے خاتمے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو اپنا ہدف قرار دے کر ایسی ایسی مخالفانہ پروپیگنڈہ مہم شروع کررکھی ہے جس کا واضح مقصد انہیں بدنام کر کے خاتمے کی راہ ہموار کرنا ہے اور اکانومسٹ میرے کالم میں ایک پیرا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے وگرنہ کسے معلوم نہیں کہ افغانستان پر حملوں کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے سب سے پہلے صدر جارج ڈبلیو بش نے کروسیڈ کی اصطلاح استعمال کی جبکہ اٹلی کے وزیر اعظم نے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زبان کھولی اسلام اور مسلمانوں کو انتہا پسند بنیاد پرست، دہشت گرد اور جارحیت کے مخالف ثابت کرنے کے لئے گھٹیا پروپیگنڈہ مہم شروع کی گئی اور امریکہ نے اس مہم کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی۔ سی این این اور دوسرے ٹی وی چینلز جب مساجد سے بلند ہونے والی اذانوں، برقع پوش خواتین اور جو بندگان خدا کے ساتھ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جلتے ہوئے مینار اور کینیا کے مختلف حصوں میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات دکھاتے ہیں تو اسے مذہب کے بارے میں حساس مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ہمارے مذہبی عقائد، عبادات اور شعار اسلام کے علاوہ فطری روایات کا رشتہ دہشت گردی سے جوڑا جا رہا ہے۔

سابق امریکی صدر نکسن اور نائب صدر الگور نے واضح الفاظ میں کمیونزم کے بعد اسلام کو جدید تہذیب اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا ہدف قرار دیتے ہیں۔ سرد جنگ کے بعد نیٹو کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔ اب جبکہ 11 ستمبر کے نیٹو کی وسعت اور اس کے کردار کا تعین صرف اور صرف ہدف اسلام ہے اگر دنیا کو صلیبی جنگوں سے بچانا مقصود ہے تو امریکہ اور مغرب کو اپنا طرز عمل بدلنا ہوگا۔ مسلمانوں کے خلاف تعصب اور نفرت کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کو عدل وانصاف کے مطابق حقوق دینے پڑیں گے اور اقوام متحدہ کو فعال بنانا پڑے گا جبکہ جمہوریت کا یہ علمبردار کسی بالا قانون اور کسی غیر جانبدار اتھارٹی کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ اقوام متحدہ کو ایک غیر موثر ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ جنرل اسمبلی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور سیکورٹی کونسل جسے کاروائی کا اختیار ہے اس میں پانچ طاقتوں کو ویٹو کا حق دیا گیا ہے۔ اگر اس حق میں توسیع کی بات ہو رہی ہے تو وہ بھی کسی جمہوری اصول پر بلکہ اپنے طائفے کے کچھ دوسرے ارکان کو مسلط کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جو اہم مالیاتی ادارے ہیں ان میں بھی انہی مالدار ممالک کو اکثریت حاصل ہے اور ان کے اشارہ ابرو کے بغیر ذرا بھی جنبش نہیں کر سکتے۔

اسی نظام کا تیسرا ستون ٹیکنالوجی ہے۔ خصوصاً نیوکلیئر اور ہائی ٹیک کمپیوٹر ٹیکنالوجی پر مغربی اقوام کی اجارہ داری ہے۔ نئے دفاعی نظام کا بنیادی ستون امریکہ کی مستقل اور ناقابل چیلنج عسکری قوت کا استحکام اور اسے ختم کرنے کا حق ہے۔ یہ ایک غیر جانبدار طائفے کا تقاضا ہے کہ یہاں یہ کچھ ناقابل انکار حقیقتوں کی نشاندہی کی جائے۔ ایران کے اسلامی انقلاب برپا ہوا۔ یہ ایک مثالی انقلاب تھا۔ اس تیز دھارے پر جنوبی ایشیاء اور مشرقی وسطی کے ملکوں کی عوام کے اندر ایک بیدار فضا کو قائم کر رہے تھے اور کچھ مثالیں مسلمانوں کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیتی تھیں کہ سارے غیر مسلم ان تہذیب، روایات، کلچر، مذہبی عقائد ونظریات کا قلع قمع کرنے کے لئے اکھٹے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مسلم ریاستوں کے مغرب

پرست عیاش حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے اثاثوں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو مغربی طرز عمل میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔

نتیجتاً ایران کے گرد و نواح کے خطوں میں باشعور ماحول فضاء نے اندرونی سطح پر جدو جہد کا آغاز کر دیا تھا۔ نتیجتاً جنوبی بالخصوص مشرق وسطی کے ملکوں کے اندر امریکیوں کے گہرے اور دوررس مفادات وابستہ تھے ظاہر ہے کہ خمینی کے انقلاب نے امریکہ کے لئے بے چینی کی فضاء قائم کر دی تھی امریکہ کے لئے ضروری تھا کہ ان سوالات کا جواب تلاش کیا جائے اور پورے اسلامی خطے میں پائی جانے والی بے چینی کا سدباب کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ بطور خاص ایران کی طرف سے جو تازہ ہواؤں کے جھونکے محسوس کر رہا تھا انہیں ہر طرح سے ان کا رخ موڑنے کے لئے کوئی موثر اسٹریٹجی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا ظاہر ہے کہ امریکی اسٹریٹجی میں سی آئی اے اور میڈیا کے ذرائع ابلاغ ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں یہی دونوں حربے امریکی عزائم کو تقویت پہنچانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ امریکی سی آئی اے نے ایک سازش کا جال بچھایا اس ضمن میں مشرق وسطی کے حکمرانوں کو خواب خرگوش سے بیدار ہو کر ہوش میں آ کر غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرنے کی طرف مبذول کروایا کہ خمینی کا انقلاب عربوں کے اندر باہمی انتشار کی فضاء قائم کر رہا ہے۔ اتحاد و یکجہتی کو شدید نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ مسلم نوجوانوں کو مسلح جدو جہد پر اکسا دیا ہے۔ جبکہ خمینی کا فلسفہ انقلاب پوری وسعت کے ساتھ عربوں کی طرف پیش قدمی کرتا نظر آ رہا ہے۔ جسے ہر ممکنہ طور پر روکا جائے۔ گویا امریکی سی آئی اے نے عراقی سربراہ مملکت کے گمان میں عربوں کی صف بندیوں کو منقطع کیا۔ نتیجتاً عراق ایران جنگ میں امریکہ کے سامنے دو اہداف تھے کہ ایک طرف خمینی کے انقلاب کو اپنی جغرافیائی سرحدوں میں محصور کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں شہنشاہ ایران رضا شاہ دور حکومت میں جو امریکی اسلحہ کا لاکھوں ٹن بارود کے ذخائر موجود تھے انہیں طویل عشرے کی جنگ میں ضائع کر دیا جائے۔ یقیناً امریکیوں نے عراق ایران کی سات سالہ جنگ میں اپنے دونوں رجعت پسند عزائم حاصل کر لئے تھے۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ امریکہ نے اپنے دونوں اہداف حاصل کر لینے کے بعد بھی اس کے مفادات غیر محفوظ ہاتھوں ہی میں تھے۔ عراق نے سعودی عرب اور کویت کے اربوں ڈالر کی امداد سے اپنی فوجی قوت میں بے تحاشا اضافہ کر لیا تھا۔ مشرق وسطی میں فوجی اعتبار و برتری اور نیوکلیئر ناقابل چیلنج عسکری قوت بنتا جا رہا تھا جس کی زد میں براہ راست اسرائیلی ریاست تھی۔ از خود امریکہ کو بھی تشویش لاحق ہو رہی تھی مشرقی وسطی کے فریم ورک میں اسرائیلی امریکیوں کے لئے پولیس مین کا کردار ادا کر رہا تھا۔ امریکہ کو اپنے مفادات کی ضمانت کے علاوہ اسرائیل کی سلامتی کو بھی ہر ممکن طور پر یقینی بنانا تھا۔ امریکہ نے اپنے اہداف کی تشہیر میں سی آئی اے کو فری ہینڈ دیا کہ خلیج میں نیو ورلڈ آرڈر کے تحت مہذب ترین فارمولا بنایا جائے۔ عربوں کے قدرتی وسائل سے نوع کمک سے لیس ہو کر عراق پر کاری ضرب لگائی جائے علاوہ ازیں عربوں کے تیل پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔ بہرکیف امریکیوں نے یہ اسٹریٹجی بڑی مہارت اور چالاکی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائی یہی وجوہات تھیں کہ 11 ستمبر کے واقعات بھی مسلم ورلڈ کا ردعمل اسلوبی اور

دہشت گردی کے خلاف تھا لیکن یہ سوال ضرور اٹھایا گیا کہ ان اسباب و وجوہات کا ازالہ کیا جائے جو کہ جوانوں کو مسلح جدوجہد پر اکسانا اور تجزیئے سے مستقل نقشے دروبست ہونے کے بعد میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور میری نظروں کے سامنے تاریخ فلم کی طرح چلنے لگتی ہے۔ وہ لمحہ بھی آج تک میرے حافظے کی گرفت میں ہے۔ میں اپنے قلم جنبش سے بے نظیر کرنا چاہتا ہوں ایک اخباری رپورٹ میں افغانستان کا ماضی سیاسی پس منظر بڑی دلچسپی کا حامل ہے۔ جس میں تاریخ اور حال کے کچھ ادوار کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ 1979ء میں افغانستان پر سوویت یونین کے حملے کے وقت بھی پاکستان پر فوجی حکمران تھے اس وقت جنرل ضیاء الحق صدر تھے تو آج جنرل پرویز مشرف ملک کے صدر ہیں ان دونوں کے حکومتی ادوار میں دو امریکی صدر نے مصنوعی طور پر حقیر ہی سمجھا اور جب نئی حقیقتوں نے مجبور کیا تو امریکہ نے پاکستان پالیسی کے سلسلے میں سیاسی قلابازی میں تاخیر نہ کی۔ جنوری 1978ء میں امریکی صدر جمی کارٹر ایران اور بھارت کے دورے پر آئے تو انہوں نے نہ صرف پاکستان میں رکنے سے انکار کردیا بلکہ سرکاری طور پر بھارت کا درجہ بڑھا کر اسے قبل از وقت ہی جنوبی ایشیاء کی بلند مرتبہ طاقت قرار دے دیا گیا۔ اس سے قبل از وقت یہ جنوبی ایشیاء کی ایک محال سیاسی جمہوری دور حکومت میں بھٹو مرحوم نے بھی اپنی سیاسی مداومت اور اپنی اعلیٰ بصیرت کے کچھ کارڈ کے پتے امریکہ کو اپنی طرف متوجہ کروانے کی خاطر استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن امریکیوں کے قدامت پسند حلقوں نے کوئی خاطر خواہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جن کی وجوہات صاف ظاہر تھی کہ 1971ء کی شکست کے بعد پاکستان اپنے علاقائی کردار کا دوبارہ جائزہ لینے پر مجبور ہوگیا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کی حیثیت اور جہت تبدیل ہوکر مشرق وسطیٰ کی طرف ہوگئی۔ فوجی تعاون کے علاوہ افرادی قوت کو برآمد کیا گیا چنانچہ 1974ء تک پاکستان کی حالت نمایاں طور پر بہتر ہوگئی اور پاکستان نے بین الاقوامی اسٹیج پر اپنی موجودگی کا احساس بھی دلایا اور ایک عظیم الشان اسلامی کانفرنس لاہور میں منعقد کی۔ اس نشاۃ ثانیہ میں ذوالفقار علی بھٹو کی بصیرت سفارتی حکمت اور سیاسی تدبر نے عمدہ کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں ذوالفقار علی بھٹو کی اعلیٰ سیاسی کاوشیں قابل ستائش تھیں کہ انہوں نے عربوں کو اپنے حقوق کی طرف مبذول کروانے کے لئے ان کے اندر بیداری کی شمع روشن کی۔ تیسری دنیا کو چین کی مفادیت اور شراکت کا ساتھ مشترکہ لائحہ عمل مرتب کرنے پر زور دیا۔ اسلامی بنک اور مشترکہ منڈی کے علاوہ دفاعی صف بندیاں ایجنڈے میں شامل تھی۔ بھٹو کا یہ کارنامہ تاریخ کی کتاب میں سنہرے حروف کے ساتھ یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے پاکستان کو ناقابل چیلنج نیوکلیئر اسٹیٹ بنا دیا تھا اس ضمن میں اسلامی ملکوں کی رائے عامہ کو ہموار کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے تھے گویا امریکہ اس حقیقت کا ادارک کرلینے کے بعد بدنظمی کا شکار ہو گیا تھا کہ امریکہ کا مشرقی وسطیٰ میں سیاسی ٹریک ریکارڈ قابل رشک نہیں ہے یہی وہ کڑیاں تھیں جن سے ماضی خودغرضانہ استواری سوچ سے انجام کارناکامی پر منتج ہوا۔ ذوالفقار علی بھٹو کا گلے میں پھندہ ڈالنے والے ضیاء الحق کو منظر سے ہٹا دیا گیا کیونکہ اب انہیں ناواجب بوجھ سمجھا جانے لگا تھا جس کا ذکر چند سطریں آگے کرنا چاہوں گا۔

1979ء میں سوویت یونین کی فوج نے افغانستان پر حملہ کردیا تھا۔ بین الاقوامی تجزیہ نگاروں کی رائے حقیقت کے برعکس تھی صدر کارٹر نے کابل کی روس نواز حکومت کا خلاف کرنے والوں کو خفیہ طور پر مدد دینے کے لئے جو پہلا ہدایت نامہ جاری کیا تھا اس پر 3 جولائی 1979ء کو دستخط کئے تھے انکی رائے اتفاق رکھتی ہے کہ یہ امور سوویت یونین کو افغانستان میں مداخلت کرنے کے لئے انگیخت دے گی۔ امریکہ کی جارحیت پسند تاریخ میں یہ شہادتیں رقم ہیں کہ اس نے ایک تیر کے ساتھ دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں عالمی طاقتوں کے عظیم کھیل میں سوویت یونین کے حملے سے پہلے ہی افغانستان ایک مہرہ بن چکا تھا۔ امریکہ کا مقصد اول یہ تھا افغانستان کے اندر سووست یونین کی مداخلت چین دشمنی بمقابل آجائے گی۔ دوسرا ہدف سوویت یونین کو افغانستان کے مسئلہ میں اتنا الجھایا جائے۔ کمیونزم کو ابھارنے والی معیشت زوال پذیر ہو جائے تاکہ سوویت یونین کی مشترکہ ریاستیں بکھر جائیں لہذا سوویت یونین کی فوجی طاقت توڑنے کا واحد راستہ یہی تھا کہ مسلم جہادی طاقتوں کا دست و بازو سے کمیونزم کو سجدہ ریزہ کردیا جائے۔ دوسرا افسانہ یہ ہے کہ امریکی سی آئی اے نے فوج کو شکست فاش دینے کیلئے مسلم ممالک کی جہادی تنظیموں کی روایت کو بڑھایا ایک اسلامی مجاہدین کی کھیپ کو بھرتی کیا۔ اسامہ بن لادن کو امریکی سی آئی اے نے خصوصی مشن سونپا۔ القاعدہ تنظیم کے مجاہدین کو انگلستان کے ناردرن پہاڑی علاقوں میں تربیت دی۔ ان کی ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کو ایک اعلیٰ جنگجو فائٹر میں تبدیل کردیا ان مین بیشتر مجاہدین طالبان کے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔

1987ء میں جب سوویت یونین پسپا ہو رہا تھا افغانستان میں سیاسی طور پر متبادل انتظامات تشکیل دینے کا موقع ضائع کردیا گیا تھا حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی پاکستان نے امریکی محرکات اور مفادات کو سمجھنے میں غلطی کی تھی جنرل ضیاً الحق افغانستان میں اسلامی حکومت کے خواہاں تھے وہ نظریاتی مفاہمت میں اس بات کے قائل تھے کہ افغانستان کے اندر اسلامی خودمختار نظام کا قیام ناگزیر ہے۔ ضیاء الحق کی اولین ترجیح تھی کہ وہ اسلامی فیڈریشن بنانا چاہتے تھے۔ جنرل ضیاء الحق اپنے ایجنڈے میں پاکستان کو ناقابل چیلنج عسکری قوت بنانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کی خاطر پچاس سالہ دفاعی اسٹریٹجی مرتب کی گئی تھی۔ جنرل اعظم کو سپیشل فریضہ سونپا گیا تھا کہ بین الاقوامی سطح پر جدید فوجی سازوسامان کی خریداری کے لئے سروے کریں لیکن تیسری افسانوی بات یہ ہے کہ امریکہ ضیاء الحق کے نظریات سے ایک الجھن میں مبتلا تھا۔ افغانستان کے معاملات میں امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان مذاکرات میں جو مباحث مختلف سمتوں میں چلتے رہے تھے ان میں اس ایشو پر خفیہ مفاہمت پائی گئی تھی کہ افغانستان میں کسی اسلامی حکومت کا وجود نہیں ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ جنرل ضیاء الحق کی بھرپور وکالت سننے کے بعد بھی عسکری قوت مداخلت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ سوویت یونین اور مجاہدین کے درمیان گیارہ سال تک جو معرکہ لڑنے گیا تھا اس کے مضمرات پاکستان کی داخلی صورتحال پر مرتب ہوئے۔ یقیناً اس ادراک میں نئے خلفشار پیدا ہوتے ہیں جن کی گرہیں اتنی مضبوط ہیں جنہیں کھولنے کے لئے داخلی سطح پر یک جہتی جمہوری اعتدال پسندی کی اشد ضرورت ہے جبکہ ان خلفشار

سے ہٹ کر یہ قوت متحرک ہے کہ پاکستان کی عسکری قوتوں اور ان کی اتحادی جہاد تنظیموں اور افغان گروپوں نے سوویت یونین کو سجدہ ریز کر دیا تھا اس طرح اقوام پر عالم اسلام کے اندر جہاد کے تصور کو بڑی تقویت ملی تھی کہ یورپی اقوام یہ جانتی تھی کہ سرخ افواج جہاں کہیں بھی داخل ہوئی وہاں اس کی پسپائی ناممکن دکھائی دیتی تھی۔ آج یہی جہادی تصور امریکہ اور اس کے اتحادی مغربی اقوام کی نگاہوں میں دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے جبکہ اس کا منفی ردعمل پر مبنی حقیقت میں مسلمانوں کے اثاثے ختم کرنے کی خاطر بین الاقوامی سطح پر ریشہ دوانیاں کی جا رہی ہیں جبکہ بھارت کو ان مضمرات میں فرنٹ اسٹیٹ بنایا جا رہے ہے اس کی فوجی اور اقتصادی عسکری قوت کو مضبوط کیا جا رہا ہے جبکہ اس ادراک میں ناقابل انکار حقیقت میں امریکہ ہماری عسکری فوجی قوت بن چکا ہے۔ امریکہ جنوبی ایشیاء اور وسطی ایشیاء میں اپنے فوجی اور اقتصادی مفادات کو جمود رکھنا چاہتا ہے لہذا امریکی تھنک ٹینک اپنے مفادات کی ضمانت کا متقاضی ہے کہ جنوبی ایشیاء اور وسطی ایشیاء کے اندر اسلام مزاحمت تحریکوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ اس ضمن میں ایک سنگین بدنظمی اور تشویش میں مبتلا نظر آتا ہے کہ 1978ء میں افغانستان کے اندر سوویت یونین کی سرخ افواج نے قبضہ کیا تھا جس کی مذمت اور مزاحمت میں گلوبلائزیشن مہم جوئی چلائی گئی تھی از خود امریکہ نے ایک بڑا فعال کردار ادا کیا جبکہ اس دوران پاکستان کے فوجی حکمران کو فوجی عسکری فری ہینڈ دیا گیا تھا۔ جبکہ جنرل ضیاء الحق نے اسی عشرے میں پاک افواج کے تمام اہم عسکری شعبوں کو ایک ناقابل چیلنج بنا دیا تھا۔ امریکہ اور اس کے مغربی ممالک بخوبی جانتے ہیں کہ پاکستان نے ہماری تائید و اعانت کے ساتھ نیوکلئیر اور فوجی کامیابی سرانجام دینا ہیں۔ نتیجتاً جنوبی ایشیاء اور وسطی ایشیاء میں ہماری ذاتی پسند و ناپسند کو ایک طویل خطرہ لاحق ہے جبکہ اب تک جو صورتحال واضح ہو رہی ہے اس کے ادراک میں صاف ظاہر ہے کہ امریکہ بھارت کے ساتھ مل کر ہماری فوج اور نیوکلئیر قوت کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ کالم کی پہلی سطر میں بہ نفس نفیس ذکر کر چکا ہوں کہ امریکہ نے ایران عراق اور یوگوسلاویہ کی قوتوں کو ناکارہ کیا ہے۔ میری رائے کو پرکھا جائے کہ پاکستان کے بعد دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت انڈونیشیا کے گرد ریشہ دوانیوں کا دائرہ بنایا جا رہا ہے۔ اس مرتبہ امریکہ کی رجعت اور جارحیت پسند سازشوں میں اس کے سب سے بڑے حلیف اور حاشیہ بردار برطانیہ ماضی سے بغاوت کرتے ہوئے ایک نئے ورلڈ آرڈر کا نقشہ کے ساتھ پیش ہو گئے کیونکہ امریکہ اور اس کے حلیف برطانیہ کی زاویہ نگاہ سے مظلوم اگر ظلم کے خلاف ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جائے یا محکوم اقوام اپنی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد کی راہیں مسدود ہونے کی صورت میں ظالم حکمرانوں کے مراکز قوت پر ضرب لگائیں تو اسے دہشت گردی کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس کی سب سے قریبی مثال مشرقی تیمور ہے جہاں بیس سالہ عسکری جدوجہد کے بعد اقوام متحدہ کے زیر اہتمام استصواب ہوا ہے لیکن بات اصول کی ہے اور جس حق کے تحت اقوام متحدہ کے 130 ممالک آزاد ہوئے ہیں اسے محض اس لئے دہشت گردی قرار نہیں دیا جا سکتا کہ کشمیر، کوسوو، چیچنیا اور منڈاومیا میں اس کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا۔ اس نظام کو چوتھا ستون نئی سیاسی حصار بندی ہے جسے بہت ہوشیاری کے ساتھ انجام دیا جا رہا ہے اس میں نیٹو کی توسیع مشرق میں اسرائیل از سر نو عسکری بالادستی کے قیام

کے بعد اس کے معاشی غلبے کے لئے طبع کاری 11 ستمبر کے بعد وسط ایشیاء میں ایک بار پھر روس اور مغرب سے منسلک ریاستوں کے مسلمان ریاستوں پر اثر انداز ہونے کے نظام کے درو بست بھارت کو ایک ایشیائی قوت کے طور آگے لانے کی کوششیں اس حصار بندی کا اصل ہدف چین اور عالم اسلام اور خصوصیت سے عالم اسلام کے وہ ممالک ہیں جو کچھ بھی آزادروی اختیار کر سکتے ہیں اور جن میں اسلامی تحریکات ایک غالب قوت بن سکتی ہیں۔ ترکی کو یورپی یونین میں تنہا کرنے اور ترک کرد کشمکش کے ذریعے مستقل طور پر جنگ وجدل میں مصروف رکھنے کا پروگرام ہے۔

یہاں پر قابل توجہ تجزیہ حافظے میں اتر آیا ہے جس میں موصوف نے امریکی کولیشن میں شامل اسلامی ملک ترکی کے بارے میں کہا ہے کہ ترکی جس نے امریکہ کے اگلے ہدف عراق کی مخالفت کی ہے اسے یورپین یونین کے امیدوار کا درجہ تک دینے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ ترکی کی مخالفت قابل احترام ہے کہ عراق اور ترکی کی مابین سالانہ دو بلین ڈالر کی تجارت ہوتی ہے۔ ترکی عراق سے تیل کے بدلے اپنی منڈیوں کی اشیاء برآمد کرتا ہے یقیناً ترکی کی موجودہ انداز لحہ فکریہ میں تبدیلی واقعہ ہوئی ہے کہ ترکی اپنی روایتی سیاست سے ہٹ کر دور حاضر کے نئے تقاضوں کو سفارتی سیاست میں متعارف کروانے کی کوشش میں یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ وہ خطے میں تن تنہا مشرق وسطی کے مسلم ممالک سے کوئی خلیج پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا بلکہ بہتر تعلقات کا فروز امنگ ہے۔ ترکی کے بعد جن دس ملکوں نے رکنیت کی امیدواری کے لئے درخواست دی تھی ان میں سے اکثر کی درخواست قبول کر لی گئی اور اس طرح یہ ادارہ ایک کرسچین کا تب کا روپ قائم رکھے ہوئے ہے۔ ترکی نے افغانستان میں امریکی جنگ میں اہم کردار ادا کیا۔ افغانستان کے بعد ایران کو دبانے کا بھی ہدف ہے اگرچہ ایران امریکی کولیشن میں شامل نہیں تھا لیکن ایران نے امریکہ کی خفیہ امداد میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ پاکستان پر معاشی دباؤ کے ساتھ ساتھ اسے بھارت کی طرف سے عسکری خطرات سے بھی دوچار کرنا ہے۔ موجودہ پس منظر میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان امریکہ کا فطری حلیف نہیں رہا اور بھارت اس کا فطری حلیف اور اسٹریٹجک پارٹنر بن گیا ہے خواہ بھارت میں حکومت اس پارٹی کے ہاتھوں میں ہو جو ہندوستان پرستی کی پرچار کرتی ہو۔ سیکولرازم کے مقابلے میں ہندوستان کی مبلغ مسلمانوں، عیسائیوں اور تمام اقلیتی گروہوں کے خون کی دشمن اور ان ذہنی قتل پر کاربند ہو۔ نیا نقشہ نئی دوستیاں اور پرانے تعلقات پر نظر ثانی کا متقاضی ہے۔ آج کل جو پاک ہند سیاست میں خلفشار چل رہا ہے جس میں بھارت و امریکی مسلح نظریے کا لیبل ہے کہ امریکہ واجپائی کی گورنمنٹ کو داخلی سطح پر مستحکم رکھنا چاہتا ہے جو داخلی خلفشار کی وجہ سے کمزور دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں امریکہ کی نئی ترجیحات اور نئی راہوں کو سمجھنے اور ان کی روشنی میں اپنے مقاصد اور مفادات کے تحفظ کے لئے کاربندی کی فکر کرنی چاہیے۔ بھارت کے لئے امریکہ مختلف حکومتوں میں خصوصیت سے ڈیموکریٹ صدر اور پارٹی لیڈرشپ میں ایک نرم گوشہ تو شروع ہی سے رہا ہے اور اس کے جغرافیائی محل وقوع، رقبے، آبادی، معاشی وسائل، مارکیٹ کی وسعت اور سیاسی اثر ورسوخ کی وجہ سے اسے غیر فطری نہیں کہا جاسکتا۔ ایک اور اہم عنصر امریکہ میں بھارتی تاجروں صنعت کاروں

اور خصوصیت سے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اداروں کا کردار ہے۔

امریکہ میں بھارتی نژاد لوگوں کی تعداد میں گزشتہ بیس سال میں چار لاکھ کا اضافہ ہوا ہے جو 1980ء کی تعداد پر 66 فیصد اضافہ ہے انڈین سوفٹ نے امریکی مارکیٹ میں اپنا مقام بنایا اور صرف یہ تجارت 91ء میں 45 ملین سے بڑھ کر 99 میں 5 بلین ڈالر تک پہنچ گئی ہے اس وقت امریکہ کی سلیکون ویلی میں ایک لاکھ 25 ہزار بھارتی سوفٹ ویئر انجینئر کام کررہے ہیں۔ اس دائرے میں بھارت کی کل برآئدات کا تقریباً 22 فیصد ہے اس طرح بھارت کی کل درآمدات کا تقریباً نو فیصد امریکہ سے آرہا ہے۔ امریکہ سے بھارت کا توازن تجارت بھارت کے حق میں ہے تقریباً چھ بلین ڈالر سالانہ فاضل ہے اس لئے امریکہ کی مصنوعات کے لئے بھارت کی منڈیوں کی اہمیت بڑھ گئی ہے اب جبکہ امریکی وائٹ ہاؤس میں جارج ڈبلیو بش جلوہ افروز ہوئے ہیں ان کی انتہاپسندی کے نظریات میں بھارت فرنٹ لائن کولیشن اتحادی بن گیا ہے۔ بھارت کی علاقائی سیٹ؟؟؟ میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ امریکہ کی نقل پر جنوبی ایشیاء کی علاقائی صورتحال بگاڑنے کے لئے بددیانتی پر مبنی شرانگیز کاروائیوں میں ملوث ہیں۔ امریکہ نے بھارت کو جب سے معیشت سنوارنے کے لئے فری ہینڈ دیا ہے تو بھارتی حکمرانوں نے جغرافیائی محل وقوع پر اپنا سکہ جمانے کی کوششیں شروع کردی ہیں۔ امریکی اقتصادی کمک ہی سے اپنے داخلی خلفشار سے نظرپوشی کر کے جنوبی ایشیاء میں بالادستی کو دائمی بنانا اور ہر چیلنج کا راستہ روکنا چاہتا ہے۔ امریکہ بھارت کی علاقائی برتری کا محافظ ہے یہی وہ عوامل ہیں کہ امریکہ سے بھارت کا توازن تجارت بھارت کے حق میں ہے تقریباً چھ بلین ڈالر سالانہ فاضل اس لئے امریکہ کی مصنوعات کے لئے بھارت کی منڈیوں کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ بھارت میں امریکی سرمایہ کاری میں بھی نمایاں سرمایہ کاری میں امریکی کا حصہ تقریباً ایک چوتھائی ہے اور تقریباً ساڑھے چار سو امریکی کارپوریشن بھارت میں مصروف سرمایہ کار ہیں۔ پاکستان سے تقابلی صورتحال کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بھارت کی امریکی سالانہ برآمدات دس بلین ڈالر پاکستان کی کل برآمدات ساڑھے آٹھ بلین ڈالر پاکستان کی کل برآمدات ساڑھے آٹھ بلین ڈالر سے زیادہ ہیں اور بھارت میں کی جانے والی صرف امریکی سرمایہ کاری (456 بلین روپے بھارتی) پاکستان کے کل سالانہ بجٹ سے زیادہ ہے۔ بھارت نے صرف وزارت خارجہ اور واشنگٹن اور نیویارک میں اپنے سفارت خانوں پر تکیہ نہیں کیا بلکہ بھارت نواز تنظیموں کا جال بچھادیا ہے۔ سوا سو سے زیادہ امریکی ارکان کانگریس بھارتی لابی کا حصہ ہیں اور امریکہ میں بھارت نژاد ووٹر اپنے پیسے اور سیاسی اثر ورسوخ کو بڑے موثر انداز میں استعمال کررہے ہیں۔ ان کا کردار اہم ہے کہ ایک مشہور بھارتی ماہر معاشیات (پروفیسر جگ دیش بھگوتی) جو کولمبیا یونیورسٹی میں پروفیسر کہتا ہے۔

''ہمارا رسوخ جس حقیقت کی بنیاد پر ہے وہ یہ ہے کہ بھارتی کمیونٹی میرے کہنے کے مطابق امریکہ کے اگلے یہودی ہیں۔ بہت زیادہ کامیاب عملی طور پر بلند معاشی طور پر نمایاں ان افراد کو وہ تمام فوائد حاصل ہیں جو میرٹ پر مبنی انفارمیشن کا رجحان رکھنے والا معاشرہ جیسا کہ امریکہ ہی دے سکتا ہے' ہمارا اثر ورسوخ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ ہمارے

نمایاں دانشور آرٹسٹ سائنسدان پالیسی میکر اور تحقیق کا بارسوخ امریکیوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھتے ہیں۔ میڈیا میں ہمارے مضامین بھی اس رسوخ کے وجہ سے ایک ایسے سیاسی نظام میں جو نقد عطیات پر بہت زیادہ انحصار کرتا ہے ہمارا سیاسی اثر و رسوخ اس لئے بھی برابر بڑھ رہا ہے کہ ہمارے تاجر خصوصاً انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ان نئے ارب پتیوں میں سے ہیں جن کو کلنٹن الگور اور جارج بش محض لالچ کی وجہ سے نہایت احترام سے دیکھتے ہیں۔ امریکہ کے صدارتی انتخابات میں جو دائمی خلفشار پیدا ہوا تھا اس کے جمہوری نظام کی تشہیر کا افسانہ اور ایوان اقتدار کی کشمکش کا ڈرامہ اقوام میں بے نظیر ہوا۔ جارج ڈبلیو بش اور الگور کے حمایتی قدامت پسند سیاسی حلقوں اور گروپوں کا فتح یابی میں رخنہ اندازی تھا جبکہ الگور انتخابی جدوجہد میں یہودی ساختہ مہم جو سپیشل چلائی گئی تھی یقیناً یہ سب آنے والے مفادات کی پیروی اور امریکی نظام حکومت میں یہودی سیاسی فضا کو کم بیش معاون کرنے کی حتمی کوشش کہا جا سکتا ہے۔ صدارتی انتخابات میں یہودی لابی کی سرتوڑ کوشش تھی کہ ایوان اقتدار میں اپنی پوزیشن کو مستحکم کر سکے جو دائمی کسی بڑی تبدیلی میں معاون ثابت ہوسکیں۔ دوسری طرف عوامی حلقوں میں یہودی قدامت پسند سیاسی حلقے کے خلاف مذہبی سرگرمیاں یہ ثابت کرنے کی کوشش کررہی تھی کہ امریکہ کے کرسچین نظام حکومت میں کسی یہودی قدامت پسند شخصیت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے دراصل امریکہ میں یہودی انتہا پسند مذہبی رجحانات کو دبے لفظوں کی نگاہ و شک وشبہات کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن یہ عوام کرسچین برادری تک محدود ہیں جہاں تک امریکی سیاسی ردعمل کا تعلق ہے تو امریکی اور یہودی کولیشن کو کلیدی حیثیت حاصل ہے ان کا باہمی اتفاق حقیقت میں ایک عنصر موجود ہے کہ دنیا کی معیشت پر یہودی کا ہی غلبہ چلا رہا ہے اس کے کوئی متبادل قیادت موجود نہیں حتیٰ کہ نئے عالمی نظام خاکہ میں اسرائیلی نظام وجود اور خودمختاری کو ترجیحی بنیادوں پر رکھا جاتا ہے۔ ہیوسٹن ٹیکساس میں انتخابی نتائج کسی امیدوار کی حتمی کامیابی ثابت نہیں کرتے تھے۔ امریکی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک گھمبیر تنازعہ کھڑا ہو گیا تھا۔ دو تین مرتبہ ووٹوں کی گنتی کو کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔ مشینی گنتی بش کی کامیابی ظاہر کرتی تھی جبکہ ہاتھ سے جو نتائج سامنے آتے تھے وہ ایک مشکوک صورتحال اندیشہ ظاہر کرتے تھے۔ بالآخر الگور نے اپنے جمہوری ڈرامے کو بچانے کی خاطر اپنی انتخابی شکست کو تسلیم کرلیا تھا۔ نتیجتاً بش کی کامیابی کو حتمی تسلیم کرلیا گیا تھا اب جبکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ انتخابی خلفشار کو قومی سطح پر سلجھانے کی خاطر ووٹوں کی گنتی ہاتھ سے کی گئی جو حتمی نتائج سامنے آئے ہیں اس میں الگور کی کامیابی قرار دی گئی ہے تاہم اس سے قبل الگور اپنی شکست تسلیم کرچکے تھے لیکن امریکی انتخابات کے سارے فریم ورک میں یہودیوں کو اپنی کامیابی پر پورا انحصار تھا اب جبکہ ان کے اندر ایک خلش دکھائی جاتی ہے کہ یہودی عوامل کو موسوم کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ کے اندر یہودی لابی بش کو ایوان وہاؤس میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے گیارہ ستمبر کے واقعہ سے امریکہ کی معیشت بری طرح زوال پذیر ہوچکی ہے۔ امریکی عوامی حلقوں میں اس کے گہرے مضمرات ایک بدنظمی کی کیفیت پیدا کررہے ہیں باور رہے کہ سابقہ صدر بش عراق کی جنگ کے بعد الیکشن ہار گئے تھے اب جبکہ اس دفعہ بھی جارج ڈبلیو بش از خود وضع کردہ پالیسیوں کی وجہ سے انتخابات میں بری طرح شکست کھا

جائے گا۔ یقیناً بش کی ناکامی یہودیوں کے لئے شرمندہ تعبیر ثابت ہوگئی جبکہ گیارہ ستمبر کے بعد اب تک ادراک کی تشہیر میں جو صورتحال سامنے آئی ہے جس میں واضح ہوگیا ہے کہ اقوام عالم میں مسلمانوں کے خلاف جو خود غرضانہ حرکات کا یکطرفہ بازار گرم رہا ہے اس کی شدت میں حسب معمول کمی واقعہ ہو رہی ہے۔ بالخصوص امریکہ کے اندر عوام سوچنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ بالآخر امریکہ ہی کو کیوں دہشت گردی کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ امریکہ اور یورپی اقوام کے عوامی حلقوں میں اس بات کا ابھار بڑھتا جا رہا ہے کہ ہمیں عدل و انصاف کے تقاضوں کو ہر ممکنہ طور پر حل کرنا ہوگا۔ غریب اقوام کے جائز حقوق کی پاسداری کا خیال رکھنا ہوگا ان کی خود مختاری کو یقینی بنانا ہوگا ان کی آزادی اور سلامتی پر اپنی مرضی کے پالیسی کو مسلط کرنے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ امریکہ کے سیاسی حلقوں میں بھی یہ بحث مباحثہ زیر زبان ہے کہ ہماری غیر مساویانہ ناانصافیاں ہی ہیں کہ ہم براہ راست دہشت گردی کا نشانہ بن رہے ہیں۔

بھارت نے اپنا ہوم ورک بڑی ہوشیاری مہارت اور چابک دستی سے تیار کیا ہے جسونت سنگھ اور امریکی تھنک ٹینک کے درمیان ملاقاتوں نے امریکہ کی پالیسی سازوں کی سوچ کو متاثر کیا ہے اس کا نتیجہ دستاویز بصیرت کی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے اس کے ذریعے بھارت اور امریکہ ویسے ہی ایک رشتہ میں جڑ گئے ہیں جیسا بھارت نے مشرقی پاکستان پر یورش سے پہلے روس سے 1970 میں فوجی معاہدہ کیا تھا۔ کلنٹن کے دورے سے پہلے سیکرٹری خارجہ میڈیلین البرائٹ نے ایک اہم بیان دیا تھا کہ جس میں کہا گیا تھا کہ ہم بھارت سے ماضی کے پچاس سالوں میں عدم توجہ کے لئے معذرت کرتے ہیں امریکہ کے چوٹی کے اکیس دانشوروں نے ایک ٹاسک فورس کی طرف سے جس کی سربراہی مشہور بروکنگز انسٹی ٹیوشن کے نائب صدر اس کے فارن پالیسی سٹڈیز کے ڈائریکٹر رچرڈ ہاس نے کی۔ ایک رپورٹ تیار کی جس میں کلنٹن کو مشورہ دیا گیا تھا۔ کہ سرد جنگ کے بعد دنیا میں بھارت کے کردار کو مرکزی اہمیت دی جائے اور پاک بھارت تنازعہ اور نیوکلیئر معاملات کو نئے تعلق کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا جائے اسی ٹاسک فورس نے یہ تجویز بھی دی تھی کہ پاکستانی عوام سے ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے براہ راست خطاب کیا جائے۔

صدر کلنٹن کے وفد میں ایک بڑی تعداد امریکی تاجروں، صنعت کاروں، سرمایہ کاروں اور بھارتی نژاد امریکی باشندوں کی تھی۔ اس نئی حصار بندی میں بھارت اور امریکہ کو ایک نئی مخالفت میں باندھنا اور تعاون اور فیصلہ سازی کے لئے تعاون اور مکالمے کا ایک نظام بنانا تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ پاکستان اور ان ایشوز کو پس پشت ڈالا جائے جو پاکستان کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ جس کے بارے میں صدر کلنٹن نے اپنے پہلے جنرل اسمبلی کے خطاب میں تشویش کا اظہار کیا تھا اپنی صدارت کے ختم ہونے سے پہلے کشمیر کے مسئلہ کا حل تلاش کرلوں گا، اس دورے میں اور اس کے بعد ایک ضمنی اور صرف دو طرفہ معاملہ رہ گیا ہے اصل مرکزی مسئلہ مشکل پسندی بن گیا اور وہ بھی پاکستان کے دراندازیوں کی پیداوار کی حیثیت سے چشم زدن میں صدر کلنٹن اور ان کی ٹیم کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو بھی بھول گئے جن کا ذکر خود ان کی تقریروں، خطوط اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹوں میں کیا

جاتا رہے اب جبکہ گیارہ ستمبر کے بعد جارج ڈبلیو بش کلنٹن کے نقش قدم پر دائمی معاون بننے کی یقین دہانیوں کی پیش قدمی کر رہے ہیں بھارت کے جارحیت پسند رویہ میں صاف ظاہر ہے کہ امریکہ اس کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ کشمیر میں جنگ بندی کے وقت بھارت کی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی جسے مزید کم کرنے کی بات کی گئی تھی لیکن آج یہ تعداد سات لاکھ سے زیادہ ہے جو بھارت کی بری فوج کے نصف کے برابر ہے۔ گزشتہ دس برسوں میں ستر ہزار کشمیر جوان، بوڑھے اور بچے شہید کئے جا چکے ہیں لیکن اس ریاستی دہشت گردی کے بارے میں بھی اس دوسرے دور کے بیانات میں نظر نہیں آتی۔ دستاویز بصارت سے لے کر صدر بش اور ان کے رفقاء کی تقریر کا تجزیہ کیجئے صاف نظر آتا ہے کہ ڈپلومیسی کی زبان میں وہ لگ بھگ وہی بات کہہ رہے ہیں جو بھارت کہہ رہا ہے یا ان سے کہلوانا چاہتا ہے۔ بھارت میں اقلیتوں پر جو ظلم و ستم جاری ہے اس کا کوئی احساس موجود نہیں۔ بھارت میں اس وقت آزادی کی سترہ تحریکیں چل رہی ہیں یہی خدوخال اور عوامل ہو سکتے ہیں کہ ان تحریکوں کے عقائد میں دونوں ملکوں کے درمیان تنازعہ کا ابھار اور اس کا دائرہ مفہوم میں جنگی حکمت عملی درج ہو کہ اس کا پس پردہ اپنے مقاصد کی متقاضی ہو سکتی ہے یقیناً ان قیاس آرائیوں میں بھی صداقت کے چشمے پھوٹ سکتے ہیں کہ امریکہ گیارہ ستمبر کے بعد جنوبی ایشیاء کی جغرافیائی علاقائی اہمیت میں اپنے مفادات کا دائرہ مزید وسیع کرنا چاہتا ہو۔ نتیجتاً بے خودی میں اپنے توازن کو برقرار واز سر نو مضبوط رکھنے کی خاطر دونوں ملکوں کے درمیان جنگی تنازعہ کا متقاضی بھی ہو سکتا ہے۔ صدر بش دبے لفظوں میں بڑی چابک دستی کے ساتھ خود نیوکلئیر پالیسی میں تبدیلی کا بیج رکھ چکے ہیں۔ جبکہ روس کے ساتھ 1971ء میں ہونے والے میزائلوں کے عدم پھیلاؤ معاہدے سے انحراف کر چکے ہیں جس سے دنیا میں ہتھیاروں کی دوڑ سے اعتدال پسندی کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ بھارت نیوکلئیر اسلحہ سے دنیا کو پاک کرنے کے موقف سے ہٹ کر صرف عدم پھیلائی کی طرف آ گیا ہے جبکہ امریکہ نے بھارت کے سیکورٹی خدشات کو بالواسطہ تسلیم کر لیا ہے اور اسے علاقے ہی میں نہیں عالمی سطح پر قیادت کی آشیر باد دے دی ہے۔

دستاویز بصیرت میں یہ بصیرت افروز اعلان موجود ہے کہ: آئندہ صدی میں بھارت اور امریکہ علاقائی اور بین الاقوامی سلامتی یقینی بنانے کے لئے باہم ذمہ داری اور مشترک مفاد کی خاطر امن کے لئے ساتھی ہوں گے۔ ہم ایشیا اور اس سے ماوراء اسٹریٹجک استحکام کے لئے مل جل کر کام کریں گے اور باقاعدہ مشاورت جاری رکھیں گے۔ ہم علاقائی امن کو درپیش چیلنج اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے مشترک کوششوں میں اضافہ کریں گے۔ اس خطے میں حالات جس تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں اس کے پس پردہ طرح طرح کے اور منصوبے بھی حیران کن حد تک منظر پر آ رہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ یورپ اور مشرق وسطی میں اپنے مفادات کے تحفظ کے بعد اقتصادی اور فوجی ترقی سے اتنا مخالف ہے کہ اب وہ اپنی تمام تر گلوبل حکمت عملی جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیاء کے علاقوں پر مرکوز کرنا چاہتا ہے مشرق وسطی میں امریکہ اور عراق کے درمیان جو جنگ لڑی گئی تھی امریکہ نے اس کے جنگی اخراجات عرب مسلمان ملکوں سے وصول کر لئے اب یہ سوال اپنی جگہ پر قائم ہے کہ افغانستان پر حملے کے دوران بلین ڈالر خرچ ہو رہے ہیں کیا امریکہ یہ

اخراجات کہاں سے حاصل کرے گا؟ یقیناً انہی سوالوں کی خاطر وہ اب سٹرٹیجک اور اقتصادی اہمیت کے حامل مختلف خطوں میں اپنا اثر ورسوخ تیزی کے ساتھ بڑھانا چاہتا ہے۔ ان مقاصد کا حاصل یہ ہے کہ واشنگٹن کے طے شدہ اہداف حاصل کرنے کے لئے باقی ماندہ دنیا کا ساتھ دے ورنہ اشارہ دیا جارہا ہے کہ ایسا نہ کرنے والے امریکی طاقت کے بھیانک نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں لیکن تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سانحہ کربلا کے بعد ایسا کڑے اوقات مسلمانوں پر بہت دفعہ آئے لاکھوں کی تعداد مسلمان مارے جاتے رہے ہیں بہیمانہ قتل نے ہمیشہ مضبوط اور شفاف دین اسلام کو جنم دیا۔ انہی قاتلوں اور سفاک فرمانرواؤں کی اولادیں دین اسلام کی علمبردار بن گئیں، ہم طالبان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کے ثمرات حاصل کر چکے ہیں اب مسئلہ کشمیر کا حل پاکستان اور اہل کشمیر کی توقعات کے مطابق رونما ہونے پر جلدی میں یقین کرنا بڑا مشکل ہے ہم بار بار کی خوش فہمیوں کے باعث ایک سوراخ سے بار بار ڈسے گئے اب امریکہ کشمیر کے حل کے لئے کیا منصوبے بنائے گا؟ کیا کیمپ ڈیوڈ کی شکل کا کوئی منصوبہ ہوگا کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کا برسوں بعد کیا حشر ہوا جناب یاسر عرفات سے پوچھئے یا اوسلو معاہدے کی طرح کالا لی پاپ پاکستان کو پیش کیا جائے گا اس امید پر بھوکا بچہ جو نان شبینہ کا محتاج ہے اس کو کیسے رد کر دے گا کہ ہر پاکستان قیادت کے امریکہ کے ساتھ ہنی مون کا بالآخر ایسی ہی نتیجہ نکلا ہے کہ امریکیوں کی تسلیوں پر ایک خیالی سپنوں کی دنیا پر قائم ہیں کہ نہیں ہے کہ جنوبی ایشیاء کے خطے میں ایک مسلم ملک کی ایٹمی طاقت کی اوپن آپشن فری ہینڈ دیں کہ وہ علاقے میں خودمختار آزاد اصولوں پر مبنی پالیسی کو متعارف کریں۔

سلسلہ مطبوعات موتمر المصنفین (29)
اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ
......از
مولانا سمیع الحقؒ

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

جناب تنویر انجم *

حضرت مولانا فضل محمدؒ کی شخصیت اور درخشاں خدمات

بانی جامعہ قاسم العلوم فقیروالی (ضلع بہاولنگر) تاریخ وفات 23 فروری 1981ء

برصغیر پاک و ہند میں اسلام اولیاء کرام اور مدارس عربیہ کی شب و روز کی محنت سے پھیلا ہے تاریخ اسلام میں بے شمار جلیل القدر ہستیاں آفتاب کی طرح روشن اور اپنے عظیم کارناموں کی وجہ سے امت مسلمہ میں ایک ''دیو مالا'' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جنہوں نے اپنے علم و فضل، پاکیزگی، خدا ترسی عبادات و ریاضت کی وجہ سے لوگوں کی کایا پلٹ دی۔ برصغیر پاک و ہند میں جن بزرگان دین نے اسلام کا نور پھیلایا اور اپنے اخلاق و کردار سے لاکھوں بندوں کو فیض بخشا ان میں حضرت مولانا فضل محمدؒ بانی جامعہ قاسم العلوم فقیروالی کا نام بھی ہے۔

آپؒ 26 محرم الحرام 1322ھ بمطابق 13 اپریل 1904 کو سنگوال ضلع جالندھر (انڈیا) میں جناب کریم بخش کے گھر پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آپ نے جامعہ رشیدیہ رائے پور میں حاصل کی۔ پھر ان کا بخت بلند انہیں مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت اقدس میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون شریف لے گیا۔ اس زمانے میں یہ خانقاہ پورے برصغیر میں علم و عرفان کا چشمہ بنی ہوئی تھی۔ اس چشمے سے حضرت علامہ سید سلمان ندویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ جیسے سینکڑوں اساطین شریعت و تصوف سے سیراب ہوئے خانقاہ امدادیہ میں رہ کر آپ نے اپنے مس خام کو کندن بنایا۔ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک منظور نظر شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ سند فراغت آپ نے براعظم ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علیؒ سے کسب فیض کیا۔ پھر آپ کسی کام کے سلسلے میں فقیروالی کے نزدیک چک نمبر 110/6-R میں آئے تو یہاں کے زمینداروں نے آپ کو مجبور کر کے یہاں خطیب و امام رکھ لیا۔ یہاں قیام کے دوران آپؒ لوگوں کی جہالت اور شریعت سے عدم واقفیت کو دیکھ کر بہت تڑپتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے دل میں ایک دینی ادارہ قائم کرنے کا جذبہ موجزن ہوا۔ چنانچہ آپؒ نے 17 ذی الحجہ 1356ء بمطابق 18 فروری 1937ء کو فقیروالی میں ایک اجتماع منعقد کیا۔ جس میں امیر شریعت حضرت

---

* پروفیسر قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد

مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ شریک ہوئے۔ انہوں نے مدرسہ کی سنگ بنیاد رکھی۔ مدرسہ کا نام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام نامی اسم گرامی کی مناسبت سے قاسم العلوم رکھا جس وقت مدرسہ کی بنیاد رکھی جاری تھی۔ اس وقت یہ علاقہ لق ودق صحرا تھا۔ پینے کے لئے پانی اور سفر کے لئے کوئی ذرائع نہ تھے۔ ہر طرف ریگستانی گھنی جھاڑیاں تھیں۔ زہریلے اور وحشی جانوروں کی بہتات تھی۔ اللہ کے اس نیک بندے کے ڈیرہ لگانے کی وجہ سے یہ علاقہ آباد ہو گیا۔

مولانا فضلؒ نے تین طلبأ اور ایک استاد کے ساتھ کچی مسجد کے اندر مدرسہ کی تعلیم کا آغاز کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مدرسہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ ادارہ ریاست بہاولپور میں ہمارے سلسلے کا اولین سرچشمہ ہے۔ اس کی تعلیم کا معیار بلند اور تربیت کے اصول پسندیدہ ہیں۔ نظم کا سلسلہ دوسرے اداروں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ حضرت مولانا فضل محمدؒ اس درسگاہ کے نظام شمسی کے آفتاب ہیں۔ ان کا فضل وکمال، صلاحیت واستعداد اور سلیقہ نا قابل فراموش ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ماہنامہ الفرقان لکھنو لکھتے ہیں کہ میں نے ابتداء مدرسہ میں ظہر کی نماز جامعہ کی کچی مسجد میں مولانا فضل محمدؒ کی اقتداء میں پڑھی نماز میں ایسی لذت پائی جو عمر بھر دوبارہ نصیب نہیں ہوئی۔ گمان بھی نہ تھا کہ دامن ریگزار میں ایک ایسا چشمہ تمانیت روح موجود ہوگا۔ جس کا ساقی طالبان علوم دینی کی تشنگی کی سیراب کر رہا ہوگا مولانا محمد فضل محمدؒ اور ان کا یہ ادارہ قاسم العلوم اس دور میں چراغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ یوں محسوس ہو ہے کہ مستقبل میں اس کی ضوفشانیوں سے دین اسلام اور مملکت خداداد پاکستان کا ذرہ ذرہ منور ہوگا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس دور میں وہی مدرسے اپنے اصل مقصد میں کامیاب اور فتنوں سے بچے رہیں گے جن کے ارباب کا کسی نہ کسی درجہ میں وہ اصول وطریق اپنائیں گے جو اللہ کے اس برگزیدہ بندے مولانا فضل محمدؒ نے اپنائے (الفرقا صفحہ 15 جنوری 1982)

حضرت مولانا فضل محمدؒ کے قریبی ساتھی بابو تاج محمدؒ فرماتے ہیں۔ ابتداء میں فقیر والی میں ایک چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔ جہاں صرف رات کو ایک گاڑی آتی تھی۔ دسمبر کی یخ بستہ رات تھی۔ ہر طرف پھیلے ہوئے وسیع وعریض ٹھنڈے بلند وبالا ریت کے ٹیلے تھے۔ سردی کے مارے لوگوں کے دانت بج رہے تھے کہ اسٹیشن پر گاڑی آکر رکی اور چند مسافر اترے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ یہاں کوئی سرائے وغیرہ ہے تو اس نے جواب دیا صرف ایک اللہ والے کا وہ سامنے ڈیرہ ہے۔ وہاں چلے جاؤ آدھی رات کے بعد جب وہ مسافر آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنا بستر ان کو دے دیا۔ دو آدمی باقی رہے گئے۔ تو آپ نے ان کو اپنا کمبل دے دیا۔ اور خود ساری رات سردی کے اندر لیمپ کی روشنی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے معروف سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں کہ

1970ء میں جامعہ قاسم العلوم کے اندر حاضری کی سعادت ملی۔ مولانا فضل محمدؒ کے حالات و واقعات اکثر سنتے تھے۔ لیکن فیس ٹو فیس اللہ کے اس ولی کی زیارت آج پہلی مرتبہ ہو رہی تھی۔ ان کے چہرے سے نورانیت ٹپک رہی تھی۔ مولانا کچھ دیر میرے پاس بیٹھے رہے۔ پھر اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ مولانا ایک ہاتھ میں چنگیر پر بہت سی روٹیاں اور انڈوں کا آملیٹ خود اٹھائے ہوئے میرے لئے لائے میں ان کی سادگی کو دیکھ کر بہت حیران رہا۔ بھوک نہ ہونے کے باوجود ان کے اصرار پر آملیٹ سے ایک روٹی کھائی۔ بڑی بڑی اپر کلاس سوسائٹی کی پر تکلف دعوتوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ لیکن جو لذت میں نے مولانا کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں پائی وہ آج تک مجھے نصیب نہ ہوئی۔ مولانا فضل محمدؒ کو فخر بہاولپور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ (وہ علماء جن کو میں دیکھا صفحہ 6)

مولانا فضل محمدؒ اپنے دور کی نامور روزگار شخصیت تھے۔ علم و فضل، تقویٰ، طہارت، تنظیم و سیاست اوت ہمت و استقامت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپؒ اگرچہ عملی سیاست سے کنارہ کش رہے۔ لیکن عوامی مسائل میں بھرپور دلچسپی لیتے۔ انہیں خدمات کے اعتراف میں۔ آپ کو 1382ھ میں یونین کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا اور آپ ضلعی عدالت میں شرعی مشیر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ کی رفاہی، تعلیمی، سماجی، ملی، قومی اور ملکی خدمات کے اعتراف میں حکومت پنجاب کی طرف سے سند حسن کارکردگی دی گئی۔ مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حکم پر آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے علاوہ بھی جب کبھی قوم کو ان کی ضرورت پڑی تو وہ ہراول دستے میں نظر آئے چنانچہ آپ نے تحریک بنگلہ دیش نامنظور، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کا یہ قائم کردہ ادارہ اب ملک کے چند بڑے اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ جہاں طلباء کو علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ کی میٹرک تک ریگولر تعلیم بھی دی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ کمپیوٹر سائنس کی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ جامعہ کے زیر اہتمام بچیوں کی دینی تعلیم کا بھی ایک ادارہ کام کر رہا ہے۔ جہاں طالبات کو حفظ و ناظرہ اور شہادۃ العالمیہ (ایم۔ اے عربی اسلامیات) تک تعلیم دی جاتی ہے۔

جامعہ کی عمارات 52 کنال رقبہ پر پھیلی ہوئی ہیں۔ جامعہ کا کل رقبہ 8 ایکڑ ہے۔ جامع کی لائبریری بین الاقوامی شہرت یافتہ ہے۔ جس پر بارہا ملکی و غیر ملکی ذرائع ابلاغ فیچر نشر کر چکے ہیں۔ جامعہ میں ایک فری ڈسپنسری بھی 1998ء سے چل رہی ہے جس سے اب تک ہزاروں مریضوں کا فری علاج معالجہ کیا جا چکا ہے۔ جامعہ سے بہت سے جید سکالر اور علماء نے تعلیم حاصل کی۔ جن میں ڈاکٹر عابداللہ غازی صدر شعبہ اسلامیات شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) شہید ناموس رسالت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ مدیر ماہنامہ بینات کراچی، ڈاکٹر حقانی میاں قادری پروفیسر بقائی یونیورسٹی سندھ و مدیر ماہنامہ تعمیر افکار کراچی، حافظ محمد قاسم سابق آئی جی جیل و خانہ جات، علامہ عبدالحق مجاہد ملتان، مولانا محمد حسین اسلام آباد وغیرہ، جامعہ کے فارغ التحصیل علماء، سعودی عرب، برما، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، دبئی، ابوظہبی، فرانس،

جرمنی میں قرآن وسنت کے مطابق دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا فضل محمدؒ کی معاشرتی اور بیرونی زندگی کے علاوہ آپؒ کی گھریلو زندگی کا مشاہدہ کریں تو ایسا محسوس ہوگا کہ گھر میں آپؒ اطاعت وشفقت، مہر ووفا اور محبت ومودت کا نمونہ ہیں۔ آپ کو بحیثیت باپ دیکھا جائے تو آپؒ اولاد کے ساتھ انتہائی شفیق اور مہربان اور اگر شوہر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو آپؒ بیوی کے لئے وفا ومحبت کا نمونہ دوست کی حیثیت سے دیکھا جائے تو آپؒ اپنے دوستوں کے لئے انس ومودّت کا پیکر نظر آئیں گے آپؒ نے 1976ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی وہاں سے واپسی پر آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ مگر اس دوران 18 مارچ 1980 میں 10 افراد کے قافلے کی قیادت کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں شرکت کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپؒ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ بالاخر یہ مہتاب نور 78 برس قرآن وسنت اور توحید کی ضیا پاشی کرنے کو بعد 18 ربیع الثانی 1401ھ بمطابق 23 فروری 1981ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے افق کے پار غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی وفات کے بعد ادارہ کی مجلس شوریٰ نے ان کے صاحبزادے مولانا محمد قاسم قابلی کو مہتمم نامزد کیا۔ ان کی سربراہی اور ناظم اعلیٰ حافظ مسعود قاسم نقشبندی مجددی کی نظامت میں یہ ادارہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

موتمر المصنفین کی تازہ علمی پیشکش

العیون الصافیہ

شرح مبنی الکافیہ (پشتو)

افادات: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتدوین: مولاداد ہمدرد افغانی

صفحات: 216 **قیمت:** 80 روپے

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جناب جاوید چودھری

خاموشی

اخبار کا یہ ٹکڑا پانچ دن سے میرے سامنے میز پر پڑا ہے، میں اسے اٹھاتا ہوں دیکھتا ہوں ٹھنڈی سانس بھرتا ہوں اور پھر واپس میز پر رکھ دیتا ہوں، دیکھا جائے، سوچا جائے تو یہ اخبار کا ٹکڑا ہے ان ہزاروں لاکھوں، کروڑوں ٹکڑوں کی طرح جو روز چھپتے ہیں، بکتے ہیں اور پھر شام کو چیتھڑے چیتھڑے ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ یہ بھی ان منوں اور ٹنوں ردی کاغذوں میں سے ایک کاغذ ہے جو چند گھنٹوں کی زندگی لے کر پیدا ہوتے ہیں اور پھر اپنے ہی کفن میں لپٹ کر اپنے ہی وجود ملے دفن ہو جاتے ہیں لیکن پتہ نہیں کیوں دل اس حقیقت کے باوجود اسے ٹکڑا ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس کاغذ کو کاغذ اور اس اخبار کو اخبار کہنے پر رضامند نہیں ہوتا، آپ سوچیں گے اس اخبار، اس کاغذ، اس ٹکڑے میں ایسی کیا خاص بات ہے جس نے شاعرانہ طبیعت کے اس مسکین نثر نگار کی آنکھیں جکڑ رکھی ہیں، اگر سوچا جائے اگر دیکھا جائے تو یہ خاص بات بھی کوئی ایسی خاص بات نہیں یہ فقط ایک تصویر ہے، ایک رنگین تصویر جو اخبار کے بائیں بالائی کونے میں چھپی اور وہاں سے اتر کر میرے دل کی رگوں، میرے دماغ کی نسوں میں جذب ہو گئی۔

یہ ایک سٹریچر کی تصویر ہے جسے دو سیاہ فام امریکی فوجی دھکیل رہے ہیں جبکہ تیسرا فوجی ان کے پیچھے لیفٹ رائٹ کرتا آ رہا ہے۔ سٹریچر پر اورنج رنگ کے لباس میں ملبوس ایک شخص بے سدھ پڑا ہے اس لغش نما انسان کے پاؤں میں ہوائی چپل اور ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے، سٹریچر کے سامنے کانٹے دار تار کے گنجل پڑے ہیں ایسی تار کے گنجل جو عموماً حساس علاقوں یا فوجی کیمپوں کو محفوظ بنانے کے لئے بچھائے جاتے ہیں، یہ تصویر کیوبا کے کیمپ ایکسرے کی ہے، سٹریچر کھینچنے والے فوجی امریکن ملٹری پولیس کے اہلکار ہیں اور سٹریچر پر پڑا لغش نما انسان القاعدہ کا ایک ''دہشت گرد''۔ یہ فوجی اس ''دہشتگرد'' کو تفتیش کے لئے لے کر گئے، دہشت گرد تفتیش کا ساتھ نہ دے سکا۔ بیہوش ہو گیا لہذا مجبوراً امریکی انتظامیہ کو اسے واپس بیرک لے جانا پڑا، جب یہ سٹریچر تار کے گنجل کے قریب سے گزرا تو ایک بین الاقوامی خبر رساں ایجنسی کے فوٹو گرافر نے اس منظر کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا۔ میں نے عرض کیا نا! یہ ایک عام سی تصویر ہے جو اخباری کاغذ کے ایک عام سے ٹکڑے پر چھپی اور باسی ہو کر اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھی لیکن اس تصویر میں کوئی ایسی خاص بات ضرور ہے جو اس تصویر کو تصویر، اس کاغذ کو کاغذ اور اس اخبار کو اخبار نہیں رہنے دیتی، شاید وہ بات دور تک نشر ہوتی ہے بے بسی، فرش سے عرش تک پھیلا شکوہ اور انسانی ضمیر کی بے حسی ہے؟

سٹریچر پر پڑے اس بے بس انسان کا قصور کیا ہے! تصویر کرہ ارض پر پھیلے چھ ارب لوگوں سے سوال کرتی ہے، یہ انسان قاتل ہے، بدکار ہے، سمگلر، چور یا ڈاکو ہے، اس نے بینک لوٹا تھا، ہیروئن بنائی اور بیچی تھی، یہ سکڈ میزائلوں کی خرید و فروخت میں ملوث تھا، پل اڑائے تھے، جہاز گرائے تھے، اس نے ریڈ انڈینز کو دیس سے نکال دیا تھا، کالوں کو غلام بنایا تھا،

اس نے کیا کیا تھا، اس کا جرم کیا ہے؟ تصویر کہتی ہے یہ ایک بے گناہ معصوم انسان ہے، یہ ظلم روکنے کے لئے گھر سے نکلا تھا یہ اللہ کی راہ میں جان دینے کے لئے روانہ ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں حیا اور ماتھے پر شرم تھی یہ اللہ کی زمین پر سر جھکا کر چلتا تھا، یہ برائی کو با آواز بلند برائی کہتا تھا، یہ خدا کے سوا کسی کو اپنا معبود نہیں مانتا تھا، یہ دو وقت کی دو روٹیوں کو اپنا مقدر اپنا نصیب سمجھ کر صبر شکر کرتا تھا، اس کی پیشانی پر سجدے تڑپتے اور زبان پر آیتیں مچلتی تھیں، یہ روشنی، سڑک اور پوشاک کے معاشرے چھوڑ کر وہاں گیا جہاں زندگی ابھی ابتدائی سانسیں لے رہی ہے۔ جہاں لوگ غاروں میں رہتے اور پہاڑوں میں گزر بسر کرتے ہیں، یہ اللہ کا ورد کرتے کرتے وہاں زندہ رہا جہاں آسمان سے بارود اور پگھلا لوہا برستا تھا، اس نے وہاں بھی امید کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا جہاں اب ڈیڑھ سو سال تک مرغی انڈہ نہیں دے سکے گی جہاں اب ریشم کا کیڑا ریشم نہیں بُن سکے گا، وہ وہاں بھی زندہ رہا جہاں پانی کے کیڑے تک مر چکے ہیں، طالبان کے دور کی غربت، ناردرن الائنس کا ظلم اور امریکی فوجوں کا قہر دنیا کا کوئی ظلم، کوئی آفت اس کا حوصلہ نہیں توڑ سکی، آج بھی اس کا نامہ اعمال پڑھا جائے آج بھی فرشتے اس کا حساب کتاب دیکھیں تو انہیں کتاب زیست کے صفحوں پر اس کے نام کے سامنے رکوعوں، سجدوں، تسبیحوں اور کلموں کے سوا کچھ نہیں ملے گا، اس کے یہ بندھے ہوئے ہاتھ ہمیشہ اپنے رب کے سامنے پھیلے اور اس کے پاؤں، جی ہاں اس کے پاؤں جن میں اب چھالوں اور قینچی چپلوں کے سوا کچھ نہیں وہ ہمیشہ اپنے رب کی رضا کے راستوں پر اٹھے، لوگ اللہ کی راہ میں روپے دیتے ہیں، کپڑے اور سامان خورد و نوش دیتے ہیں، ڈھور ڈنگر اور کھالیں دیتے ہیں مگر یہ شخص اپنے ہاتھوں پر اپنی جان اٹھا کر اللہ کی راہ پر نکل کھڑا ہوا لیکن اس شخص کو کیا ملا، ایک بیرک، اندھے شیشوں کی ایک عینک، کان میں اڑسنے کے لئے دو ماشے روئی، دو دستانے دو قینچی چپلیں، دو ہتھکڑیاں اورنج رنگ کی ایک ڈھیلی ڈھالی قمیض، ایک پاجامہ ایک سٹریچر اور ہزاروں لاکھوں میلوں تک پھیلا آسمان، بس۔

تصویر پوچھتی ہے کہ اسے کس جرم میں اتنی کڑی سزا دی گئی ہے اس نے ایسا کون سا جرم اور غلطی کی ہے کہ اس کے کان، ناک سب کچھ بند کر دیئے گئے ہیں اور اسے ایسی سزا دی جا رہی ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ تصویر یہ سوال بھی کرتی ہے کہ آج جب دنیا میں انسانی حقوق انصاف کی بالادستی اور جمہور اور جمہوریت کا دور دورہ ہے ان 186 بندوں پر انصاف کے دروازے کیوں بند کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی چیخیں کیوں نہیں سنائی دی جا رہیں، آسمان کیوں چپ ہے، زمین کیوں خاموش ہے، معجزوں کے بطن سے معجزوں نے جنم لینا کیوں بند کر دیا ہے۔ یہ تصویر پوچھتی ہے لیکن افسوس اس تصویر کے سوالوں کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ عرش سے فرش تک ایک طویل خاموشی، ایک گھمبیر اندھیرا ہلکورے لے رہا ہے اور سچ کے سارے سورج اس اندھیرے، اس خاموشی میں دفن ہیں۔

یہ چپ، یہ خاموشی کہیں کسی طوفان، کسی زلزلے کا پیش خیمہ تو نہیں! (بحوالہ جنگ پنڈی)

م۔ا۔ف

تعارف وتبصرہ کتب

کتاب: واردات ومشاہدات: **مصنف:** مولانا حافظ عبدالرشید ارشد صاحب
ضخامت: ۸۰۰ صفحات **ناشر:** مکتبہ رشیدیہ لاہور۔ **قیمت:** ۳۰۰ روپے

……

علمی، قلمی اور صحافتی دنیا میں مولانا حافظ عبدالرشید ارشد صاحب کا اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ کئی ضخیم علمی، تحقیقی تاریخی اور ادبی کتابوں کے مولف ہونے کے ساتھ ساتھ ماہنامہ الرشید کے مدیر اور اس کے کئی ضخیم نمبرات کے مرتب بھی ہیں۔ اور تن تنہا ایسے کارہائے نمایاں کتابوں کی اشاعت میں انجام دیئے جن کے لئے مستقل اکیڈیمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

زیر تبصرہ ضخیم کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک مضبوط اور مربوط کڑی ہے عرض مولف کے زیر عنوان سے آپ لکھتے ہیں کہ راقم کو بچپن ہی سے پڑھنے اور پھر لکھنے کی عادت پیدا ہوئی۔ گو پختگی آج تک پیدا نہ ہوئی لیکن الٹی سیدھی لکیریں بناتا رہا۔ خیال تھا کہ حیات مستعار پہلے شائع ہو لیکن داعیہ پیدا ہوا کہ جو کچھ لکھ چکا اور شائع ہو چکا اس کو جمع کردیا جائے میری عمر اس وقت تقریباً ۶۹ سال ہے۔ اخبار بینی اور مجلس آرائی کا شوق رہا اپنے جاری کردہ رسالہ الرشید اور دوسرے مختلف جرائد کے خصوصی نمبروں میں شخصیات کے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کئے جمع وترتیب کا بھی شوق رہا۔ الرشید کے کئی ضخیم نمبر شائع کئے اور جو بھی کتاب کسی کی ترتیب دادہ شائع کی اس میں تقدیم ضرور لکھی ان کو بھی کمپوز کیا۔ لیکن صفحات خاصے زیادہ ہو گئے لہذا ان کو نکال دیا۔ الرشید کا ایک مستقل کالم وفیات ہوتا تھا جس میں اپنے اعزاء واقرباء کے متعلق کچھ اپنی یاداشتیں لکھتا رہا ان سے بھی بعض شامل اشاعت کر رہا ہوں۔

زیر نظر کتاب میں ص ۱۱ سے لے کر ص ۳۱۱ تک مختلف موضوعات پر متنوع قیمتی اور معلومات افزاء مضامین میں ص ۳۱۱ سے ص ۷۰۰ تک شخصیات وتاثرات کا عنوان چل رہا ہے اس میں تمام مضامین بہت ہی تاریخی اور ادبی شہپارے ہیں لیکن بطور خاص ان میں محدث عصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ پر لکھے گئے مضامین گویا جگر کی قاشیں اور دل کے ٹکڑے ہیں جو کہ مرتب نے بکھیرے ہیں۔ اللہ ان کو اس عظیم کاوش پر جزائے خیر دے۔

ص ۷۰۰ سے ص ۸۰۰ تک وفیات ہیں اس میں تقریباً ۸۰ شخصیات کے سانحہ ارتحال پر مختصر مگر جامع تاثرات ہیں جس کے پڑھنے سے قاری ایک کرب والم کی دنیا سے شناسا ہو جاتا ہے۔ الغرض زیر تبصرہ میں ہر قسم کے علمی ذوق رکھنے والے کیلئے مکمل مواد موجود ہے اور یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کو ہر لائبریری کی زینت بنائی جائے۔ باطنی حسن کے ساتھ ساتھ اس کی ظاہری خوبصورتی بھی قابل دید ہے جس میں حافظ صاحب کا حسن ذوق جھلکتا ہے۔

کتاب: تلخیص المعانی (شرح شاطبیہ) **مولف:** مولانا قاری تقی الاسلام دہلوی مدظلہ
ضخامت: ۵۴۴ صفحات **قیمت:** درج نہیں **ناشر:** مکتبہ القراءۃ لاہور۔

……

زیر تبصرہ کتاب علم قراءۃ کے مشہور امام، امام شاطبی کی کتاب شاطبیہ جو کہ علم قراءۃ کی بنیادی متون میں سے ہے، کی جامع شرح اور مکمل و مفصل توضیح ہے۔ جو کہ استاذ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مہاجر مدنی کا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے۔ یہ افادات آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا قاری تقی الاسلام صاحب دہلوی نے مرتب فرمائے۔ آپ خود بھی بہت بڑے قاری ہزاروں قراء کے شیخ اور ریاض میں کافی عرصہ تک قراءت کی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

مولف علام اس کا حرف اول میں رقمطراز ہیں ''طلبہ کے گرتے ہوئے رجحان کو دیکھتے ہوئے یہ شرح لکھی ہے اور یہ کوئی نئی تاسیس نہیں بلکہ شاطبیہ کی شرح عنایات رحمانی تالیف حضرت شاطبیٔ وقت علامہ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی ثم مدنیؒ کا اختصار ہے اس میں تفسیر اور نحوی مباحث کو نہیں چھیڑا اور متن کے نئے ترجمہ کے بجائے حضرت مولف والے بامحاورہ ترجمہ ہی کو اس حد تک تحت لفظی کیا ہے کہ طلبہ شعر کے مفردات کے معنی اور ان کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکیں اور قراءۃ کی تمام وجوہ کو نفس متن سے اخذ کر سکیں اور اس کاوش کا یہی مقصد ہے اس کے لئے اصل ترجمہ میں جو نحوی ترکیب یا لغت کے اعتبار سے کئی ترجمے ہیں ان میں سے ایک ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ترجمہ میں اتنا ضرور کیا ہے کہ کہیں ترجمہ کو تحت لفظی لانے میں طلبہ کے لئے کچھ الجھن محسوس ہوئی تو متن کے مفردات کو بامحاورہ ترجمہ کے تابع کر کے آگے پیچھے کر دیا ہے الخ''……… اس شرح کا پورا نام تلخیص المعانی من عنایات رحمانی شرح حرز االامانی ووجہ التھانی المعروف یہ شرح شاطبیہ اور تاریخی نام عزیز المعانی والفصنفضۃ المعانی ہے۔ کتاب انتہائی نفاست اور سلیقے سے چھپوائی گئی ہے کاغذ اعلیٰ اور بہترین جلد۔ امید ہے تجوید وقراءت سے شغف رکھنے والے حضرات اس کو حرز جاں بنائیں گے

کتاب: میرے حضرت میرے شیخ (تذکرہ وتعارف) **تالیف:** مولانا عبدالقیوم حقانی
ضخامت: ۲۶۰ صفحات **قیمت:** ۹۰ روپے **ناشر:** القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرۃ خالق آباد نوشہرہ۔

……

استاذی المکرم واستاذ العلماء برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سانحہ ارتحال کے بعد ماہنامہ ''الحق'' نے آپ کے شایان شان ایک عظیم نمبر نکالا۔ جو کہ ۱۲ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اس کی ترتیب وتدوین کا قرعہ برادرم مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کے نام نکلا تھا اور انہوں نے یہ اہم کام انتہائی سلیقہ اور خوش اسلوبی سے نبھایا اور بجا طور پر ان کا یہ حق بنتا تھا کیونکہ آپ بلاناغہ حضرت

الشیخ کی مجالس میں شرکت کے ساتھ ساتھ ان کے افادات قلمبند کیا کرتے تھے۔ جس کو آپ نے بعد میں کتابی شکل دے کر صحبتے با اہل حق کے نام سے شائع کروائے۔ اور قبولیت عامہ کا درجہ پایا۔

چونکہ الحق کا حضرت شیخ الحدیث نمبر انتہائی ضخیم ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اسکی تلخیص کی جائے اور کئی احباب نے اس کا تقاضا بھی کیا تھا، چنانچہ یہ سعادت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی اور سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام سے ایک مستقل کتاب انتہائی خوبصورت انداز میں چھپوادی۔ اور بہت ہی قلیل عرصہ میں اس کی ایڈیشن اور پہلی اشاعت نکل گئی۔ یہ حضرت الشیخؒ کی کرامت ہے کہ دو مہینے کے اندر اندر ایک اور شاہکار تالیف میرے حضرت، میرے شیخ کے عنوان سے منصۂ شہود پر آئی جو کہ ۲٦۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں حضرت الشیخ کی شخصیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ انداز بیان انتہائی دلکش و دلآ راء عنوانات کے درمیان بہترین ربط اور سب سے بڑھ کر متنوع موضوعات پر یکساں دلچسپ رنگ میں تحریرات جس سے قاری پر سرشاری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہی حقانی صاحب کے قلم کا طرۂ امتیاز ہے کتاب کے ٹائٹل پر جو تعارف دیا گیا ہے۔ حقیقتاً یہی کتاب کا خلاصہ اور نچوڑ بھی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کی حیات طیبہ علم وعمل سیرت و کردار، صفات و کمالات علمی دینی روحانی تجدیدی جہادی اور اصلاحی کارنامے ذوق علم شوق مطالعہ سفر آخرت کے عبرت انگیز احوال ایمان آفرین مجالس اور روح پرور ارشادات وافادات کا دلچسپ جامع اور حسین مرقع اور کتاب واقعی انہی الفاظ کا مصداق اتم ہے مضبوط جلد خوبصورت اور دیدہ زیب کمپیوٹر شدہ کتابت اور اعلیٰ کاغذ سے مزین یہ کتاب القاسم اکیڈیمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے علاوہ ملک کے تمام بڑے کتب خانوں سے دستیاب ہے۔

کتاب: خاتم الانبیاء تالیف: مولانا عبدالودود قریشی رحمہ اللہ
ترتیب: مولانا اشرف علی قریشی ضخامت: ۴۸صفحات قیمت: ۳۰روپے
ناشر: الاشرف پبلیکیشنز، جامعہ اشرفیہ عیدگاہ روڈ پشاور۔

زیر تبصرہ مختصر رسالہ حضرت مولانا عبدالودود صاحب قریشیؒ کی تالیف ہے یہ رسالہ خاتم الانبیاء عرف تیر وددود برسینہ مردود آج سے ساٹھ سال قبل ستمبر ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا تھا۔ جسے اس وقت کے انگریز سرکار نے ضبط کیا تھا۔ دوبارہ اس کی اشاعت اپریل ۸۴ء میں ہوئی۔ یہ اس کی تیسری اشاعت ہے، جو کہ آپ کے فرزند مولانا اشرف علی قریشی نے خوبصورت اور دیدہ زیب انداز شائع کرایا ہے۔ اس میں جھوٹے مدعیان نبوت اور مرزا قادیانی کے بارے میں خاصہ مفید مواد موجود ہے۔ ص ۱۰ سے مدعیان نبوت خانہ ساز کی فہرست دی گئی ہے۔ اس میں ۲۱ مدعیان نبوت ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ ص ۳٦ سے دلائل متعلقہ ختم نبوت درج ہیں اور اس ضمن میں ۱۲ احادیث دی گئی ہیں۔ الغرض رسالہ اپنے اختصار کے باوجود جامع اور مکمل ہے۔ کتابت کمپیوٹر شدہ، خوبصورت کارڈ جلد، اگر قیمت میں کچھ کمی کی جائے تو بہتر ہوگا۔

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

150 Tablets
NEO Carmina
Digestive and carminative herb-mint tablets to correct indigestion, liver disorders, dyspepsia and constipation.
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
۱۵۰ قرص
نئی کارمینا
ہاضم کاسرریاح محرک جگر دافع قبض
NEO CARMINA 150 Tablets
Indicated in Dyspepsia, Indigestion, Liver disorder and Constipation
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-CAR-1/2000

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلبأ نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلبأ علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 01- 7 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 17 - 5
مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721
Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com